

شمس الاسلام

ماہنامہ

مجلس مرکزیہ

حزب الانصار کی ستائسویں عظیم الشان سالانہ تبلیغی

* کانفرنس *

قارئین شمس الاسلام کو اس مژدہ جانفزا سے خورسند کیا جاتا ہے کہ حزب الانصار کی ستائسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس بتاریخ ۸-۹-۱۰ مارچ ۵۷ مطابق ۵-۶-۷ شعبان ۱۳۷۶ بموافق ۲۵-۲۶-۲۷ بھاگن سمت ۲۰۱۳ بروز جمعہ ہفتہ ۱- توار کو انشالہ العزیز جامع مسجد بھیرہ میں منعقد ہوگی جس میں مشائخ عظام کے علاوہ پاکستان کے بہترین خطیب و مقررین تشریف لائیں گے مندرجہ بالا تاریخوں کو نوٹ فرمالیں - خود بھی شامل ہوں اور اپنے دوستوں کو جلسہ کی تاریخوں سے آگاہ کریں -

غلام حسین ناظم مجلس استقبالیہ حزب الانصار بھیرہ (پاکستان)

تحت ادارہ

غلام حسین } اسر حزب الانصار بھیرہ
مدیر مسئول { مولانا الحاج افتخار احمد اکوی } سالانہ چاند
(پاکستان)

سالانہ چندہ

مداونین سے
ضمیمہ مالک سے

بیکار عن میکتی مویج ظہور کا بکوی نور اللہ
نیر ریاست مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بکوی امیر تائب الانصار بھیرہ پنجاب

سالانہ چندہ

عوام سے
طلبہ سے

مَنجانب حزب الانصار بھیرہ

اَللّٰہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد { (۱) اندرونی و بیرونی حلقوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔ (۲) اصلاح رسوم باجماع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔
طریق کار { (۱) جریدہ شمس السلام کا اجراء (۲) دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بقیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں سلامی زندگی پیدا کیا جا رہی ہے (۴) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہجڑہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتب خانہ (۷) جامع مسجد بھیرہ کی حرمت۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

۱۔ سالانہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضمین ہر ماہ کی دس تاریخ کو موصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون ہجڑہ صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔
۲۔ سالانہ چندہ کے عام سالانہ چندہ کے مداونین سے ضرور طلبہ سے چارج مقرر ہے۔ نمونہ کار پر ہر کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
۳۔ سالانہ چندہ کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں قریباً کس طرف سے ہمیت کی ۵ تا ۱۰ تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
۴۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔ ہندوستان والے اپنا چندہ ملحق فضل الہی عبد الجبار صاحبان کمیشن انجینئرس لکھنؤ اب مسجد شریٹ بمبئی دہندہ ستان کو بذریعہ مٹی آرڈر ارسال کریں۔ ہر رنگ ڈاک اہ خطوط پر رنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و توسیل سر بنام غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے۔

دائمہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کار سالانہ بذریعہ دہی بی ارسال ہوگا۔ جس کے ذاتی اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ مٹی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ قصداً دہی دہی والپس فراہم کر ایک اسلامی ادارے کو ناقص نقصان

سرخ نشان

نہ پنپائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خمدیاری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
غلام حسین ایڈیٹر سالانہ شمس السلام

۷۸۶

(بکھیر)

شعبان المعظم

ماہنامہ

شماره ۳

جلد ۲۸
شعبان المعظم مطابق تاریخ ۱۹۵۷ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۳۴
۲	شذرات	"	۵
۳	محفوظ سرور کائنات معلم و نظم	محترم مولانا سید عبدالغنی صاحب شاپ	۱۱
۴	معارف قرآن	ادارہ	۱۲
۵	باب الحدیث	"	۱۳
۶	رسائل و مسائل	"	۱۷
۷	خالد جبار	مولانا غلام مستگیر صاحب قلمی لاہور	۲۲
۸	خسر قد پوش رہبرم	مولانا محمد امین صاحب کوٹلی جھنگوی	۳۱

ایڈیٹر: پرنٹر، پبلشر شافی برقی پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر جریدہ شعبان المعظم جامع مسجد بکھیر شائع ہوا

بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب انصار بمیرہ

سالانہ تبلیغی کانفرنس!

حزب انصار کی مجلس شانداز تبلیغی کانفرنس ہو چکی ہیں جن حضرات کو حاضری کا موقع ملا ہے، ان سے پوشیدہ نہیں کہ شمالی پنجاب میں یہ کانفرنس اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اس موقع پر پاکستان کے بزرگ ترین مشائخ اور چیدہ چیدہ علمائے کرام تشریف فرما ہو کر اپنے خیالات عالیہ سے مستفیض فرماتے ہیں۔ یہ پراں جلسہ پر باہر سے تشریف لانے والے سامعین کے کھانے کا انتظام بھی مجلس مرکزیہ حزب انصار کی طرف سے بلا معاوضہ ہوتا ہے۔

اب ستائیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس متوکلا علی اللہ تاریخ ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ مارچ ۱۹۵۶ء بمطابق ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۲۰۱۳ء بموافق ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸ رجب ۱۴۳۷ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد کی جا رہی ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل حضرات کو شرکت جلسہ کے لئے درخواست کی گئی ہے۔ امید ہے کہ اکثر حضرات تشریف لاکر ممنون فرمائیں گے۔

حضرت مولانا سید ماجزادہ فیض الحسن صاحب سجادہ نشین آوارہ نرس

محبوب ملت حضرت ماجزادہ محبوب الرسول صاحب لئی

حضرت ماجزادہ مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین بد شریف

حضرت ماجزادہ احمد سید صاحب سجادہ نشین ترمیخ شریف

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن

فیض سلام مجاہد ملت مولانا عبد الستار صاحب سجادہ نشین ایل اے

حضرت علامہ خالد محمود صاحب ایم اے سیالکوٹ

حضرت مولانا پیرزادہ محمد باذ الحق صاحب قاسمی لاہور

حضرت ماجزادہ سید افتخار حسین صاحب لائل پور

حضرت مولانا سید عبد الرحمن شاہ صاحب

حضرت مولانا سید عبد الرحمن شاہ صاحب ملتان

حضرت مولانا درویش محمد صاحب جنگوی

مولانا فضل محمد صاحب تلہ گنگی

مولانا غلام جیلانی صاحب

مولانا محمد امیر الدین صاحب جلال آبادی

مولانا محمد رفیق صاحب گکھر، فاضل جامعہ عزیزیہ بمیرہ

مولانا عبد الکریم صاحب

مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی

مولانا نور محمد صاحب لاہور

مولانا محمد شجاع الدین صاحب { فاضل جامعہ عزیزیہ بمیرہ

مولانا محمد عظیم صاحب

مولانا محمد یونس صاحب جلمی

مولانا محمد امین صاحب جنگوی

حافظ حسن الرفعی قادیان جنگوی مدد آستانہ جامع عزیزیہ بمیرہ

محترم مولوی عبد الرحمن صاحب نعت خوان جندالوالہ

مونی محمد شریف صاحب نعت خوان

الشدین نعت خوان بمیرہ

عمل کے میدان میں کبھی نہیں نکلتے۔

گذشتہ دنوں مغربی پاکستان کی اسمبلی میں جب یہ سوال اٹھایا گیا، تو ڈاکٹر خان صاحب نے فرمایا، کہ اخلاقی اصلاح کے لئے کوششیں ہر دور ہی ہیں۔ حالانکہ دیکھا جا رہا ہے کہ نہ صرف یہ کہ اصلاح کی کوشش کہیں نہیں ہوتی، بلکہ بد اخلاقی میں اضافہ ہو جانے کے اسباب حکومت اور محال حکومت کی سرپرستی میں اور نئے نئے پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اس طرح برائی کی جڑیں اور مقبوضہ پور ہی ہیں۔ آخر خود سوچا جائے، کہ جب ہمارے شہروں میں روز بہ روز سیناؤں کی کثرت ہو رہی ہے۔ اور نوجوانوں کو بد اخلاقی پر ابھارنے والے اور حسن و عشق کے افسانوں اور ہیمنان فیز منظر اور گانوں سے بھرپور فلم دکھائے جاتے ہیں۔ اور ان فلموں کی پلبسٹی، اور تماشائی بنیوں کو اپنے اپنے سینما کی طرف کھینچنے کے لئے نیم برہنہ عورتوں کی تصویریں ہر بازار، ہر چوک اور ہر گلی کے موڈ پر آویزاں ہوں۔ اور بد عرصہ بھی دیکھا جائے اس قسم کے بورڈنگا ہوں کو اپنی طرف کھینچنے اور جذب کرنے کے لئے موجود ہوں۔ تو ان حالات میں نوجوانوں کے شہوانی جذبات لامحالہ مشتعل ہوتے ہیں۔ اور پھر ان نفسانی خواہشات کی تسکین کے لئے بدکاری کے کھلے اڈے موجود ہیں۔ جہاں بلاجمیک اور بغیر کسی قانونی وکاؤٹ کے وہ جاسکتے ہیں۔ ان مشتعل جذبات کی آگ کو سرد کرنے کے لئے جب روپیہ پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو کچھ لوگ تو غریبوں، زبردستوں، مزدوروں اور کسانوں کے حقوق قابضانہ طور سے چھین کر اور ان پر ظلم و زیادتی کر کے سامان تیش اور اسباب شہوت رانی پورا کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح ایسے لوگوں کے ہاتھوں ملک میں ظلم و جور کا بازار گرم ہے۔ اور کچھ لوگ دھوکہ، فریب، جعل سازی، بلیک مارکیٹ، سمگلنگ اور خیانت سے روپیہ کمانے کی کوشش

کرتے ہیں۔ اور اس طرح منڈیوں، بازاروں اور تجارتی اداروں میں بد اخلاقیوں راہ پیدا کرتی ہیں۔ اور کچھ لوگ جوا بازی، چوری چکاسی، ڈاکہ اور رزنی کے ذریعہ سے روپیہ حاصل کرتے اور اس سے نفسانی خواہشات پورا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ اور اس ملک میں بد امنی اور بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ جو محض یورپ کی تقالی میں معیار زندگی بلند کرنے اور زیادہ مذہب و تمدن بنانے کے نام سے جو نئی تہذیب ہم میں پھیلائی جا رہی ہے۔ اور ہمارے ہمارے شہر کو جس طرح تیار کیا جا رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ بس یہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ معیار زندگی بلند کرنے کا مطلب یہ ہے، کہ نفس کی خواہشات اور جسم کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ اشیاء حاصل کی جائیں۔ اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تلذذ و تنعم کی کوشش کی جائے۔ اور حیاتی کے اس دور میں جب ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے شوق میں لگا ہوا ہو، تو لامحالہ مفاسد پیدا ہوتے اور پھلتے رہتے ہیں۔ ان تمام خرابیوں کا علاج جب مستقل طور سے نہ کیا جائے۔ اور معاشرے کے پورے نظام زندگی کو خوفِ خدا اور آخرت کی جواب دہی کے احساس کی بنیاد پر استوار نہ کیا جائے تو محض ظاہری اور سرسری علاج کچھ بھی کارگر نہیں ہو سکتے۔ مگر افسوس کہ کسی کو یہ خیال تک بھی نہیں، کہ جس شجر خبیث کے یہ برگ و بار ہیں اس کی جڑیں کاٹ دی جائیں۔ اور مادہ پرستانہ نظریہ زندگی اور آخرت فراموشی پر مبنی نظام کو روحانی نظریہ زندگی اور آخرت پر مبنی نظام سے بدل دیا جائے۔

حکومت پاکستان کے نئے قانونی کمیشن کا تقررہ دستور میں جو گذشتہ

سال مارچ ۱۹۵۷ء سے نافذ کیا گیا ہے، ایک اہم دفعہ یہ ہے، کہ نفاذ دستور کے بعد ایک سال کے اند اندہ صدر جمہوریہ اسلامیہ پاکستان علماء کرام اور ماہرین قانون کا ایک ایسا کمیشن مقرر کرے گا، جو موجودہ ملکی قوانین کو کتاب و سنت کے مطابق بنانے کے لئے آئین ساز اسمبلیوں کو اپنی رپورٹ پیش کرے۔ اور پھر اسی رپورٹ کی روشنی میں آئین ساز اسمبلیاں تدبیراً غیر اسلامی قوانین کو بدل کر اسلامی قوانین مرتب اور نافذ کرینگی۔ اگرچہ اس کمیشن کے تقرر کے لئے ایک سال کا عرصہ مقرر کیا گیا تھا، لیکن اگر ہمارے حکمران طبقہ کو اسلامی نظام کے برپا کرنے کا قلبی داعیہ اور صادق جذبہ ہو تا تو وہ نفاذ دستور کے فوراً بعد یہ کام کر سکتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنی مخصوص ذہنیت، اور اسلامی نظام اور دینی قوانین و مضوابط سے اجنبیت کی بنا پر یہ حضرات اس بارے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے اور اس اہم دفعہ کو عملاً بروئے کار لانے کے لئے کوئی عیسیٰ دکھانہ سکے۔ اور گیارہ ماہ کا یہ عرصہ یونہی گز گیا۔ دستور کی رو سے اس کمیشن کا تقرر مارچ میں ہونا جو بہر حال لازمی ہے۔ اور مزید تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اس لئے اب اخراجات کے ذریعہ یہ خبر آتی ہے، کہ اس مقصد کے لئے کمیشن کا تقرر چھٹے والا ہے۔ لیکن اس موقع پر دیندار اور اسلام پسند طبقہ کو ایک خاص خطرہ دانگیر ہے، کہ جس قسم کے ماہرین شریعت اور کتاب و سنت کے فضلا، عائلی کمیشن کے ارکان مقرر کئے گئے تھے، اور انہوں نے عائلی مسائل کے بارے میں ایسی رپورٹ پیش کی، جو درحقیقت اسلامی شریعت کی تحریف تھی۔ کہیں اب تمام ملکی قوانین کو اسلامی قوانین بنانے کے لئے اس قسم کے ماہرین شریعت اور واقفین رموز کتاب و سنت مقرر نہ ہو جائیں۔ جو لوگ اب تک

ہمارے اس ملک میں برسر اقتدار ہیں، وہ چونکہ خود ایک مخصوص طرح کی زندگی کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور اسلامی قوانین و مضوابط کی پابندی ان کے لئے طبعاً شاق اور گراں ہے اور وہ چاہتے ہیں، کہ اسلام کا لیبیل بھی باقی رہے، مسلمان بھی کہلائے جائیں۔ لیکن شریعت کی پابندیوں سے آزادی حاصل ہو۔ وہ لوگ اس قسم کے مفتی تلاش کرتے ہیں جو ان کے ہم مشرب و ہم مسلک ہوں۔ اور جو اسلامی قانون کے نام سے ان کی مرضی کے مطابق قوانین مرتب کر سکیں۔ عائلی کمیشن کے ارکان جنہوں نے وہ رپورٹ مرتب کی تھی اس قسم کے مفتی شرع متین تھے۔ لیکن اس ملک میں کروڑوں مسلمانوں کی اکثریت ایسے نئے اسلام کو ماننے کے لئے آمادہ نہیں۔ اور اس لئے اس رپورٹ کے خلاف علماء کرام، دیندار طبقہ اور عام مسلمانوں نے بعد احتجاج کیا۔ اور اس رپورٹ کو خلاف شریعت قرار دیا۔ اور نہ صرف یہ کہ احتجاج کیا، بلکہ علماء کرام اور قانون شریعت کے حقیقی ماہرین نے دلائل و براہین کے ساتھ اس کی تردید کی۔ ہمارے حکمران طبقہ کو اس تجربہ سے اندازہ ہونا چاہیے، کہ عام مسلمانوں کو اسلام کے ان نئے مفتیوں کے فادائی اور انکی قانونی مارت پر کوئی اعتماد نہیں۔ اور اگر ملکی قوانین کو اسلامی قوانین کی شکل میں بدل دینے کے لئے رپورٹ انہی لوگوں سے تیار کرائی گئی، تو شرعی طور سے اسکی کوئی اہمیت تسلیم نہیں کی جائیگی۔ اور اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ ہمارا برسر اقتدار طبقہ چاہتا ہے کہ انگریزی دور کے قوانین اسی طرح بحالہ باقی رہیں، اور ان میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ اور دستور میں اس دفعہ کا مطلب محض دفع الوقتی تھا۔ کیونکہ عام مسلمان پھر اس قسم کے غیر اسلامی قوانین کو اسلامی قوانین تسلیم نہیں کریں گے۔ ایک ذہنی کشمکش اور بے اطمینانی

پیدا ہوگی۔ آئین ساز اسمبلیوں کے ارکان جن کو قانوناً اور اخلاقاً اپنے دوتروں کے جذبات و احساسات کا احترام کرنا ضروری ہے۔ وہ اس رپورٹ کی بناء پر قانون سازی ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ اور جس قدر روپیہ اور جس قدر عرصہ اس رپورٹ کی ترتیب و تدوین پر صرف ہوگا وہ سب بے کار جائیگا۔

اور بات دہیں کی دہیں رہے گی۔ لہذا ہم دانشگاہ الفاظ میں صدر مملکت تک یہ حقیقت پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اپنا یہ مطالبہ صاف الفاظ میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قانونی کمیشن کے تقرر میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے، کہ طاعلی کمیشن کے ارکان جیسے ارکان کا تقرر بالکل نہ ہو، بلکہ مستند، جید، متقی اور فقیہ النفس علمائے کرام اور دین سے علما و علماء واقفیت رکھنے والے نیک طینت ماہرین قوانین کا تقرر ہو۔ اور اس بارے میں ملک کے تمام طبقات کی نمایندگی کا بھی پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اور جو کمیشن مقرر ہو، اس کو پوری تاکید کی جائے کہ وہ اپنا کام سدا ز جلد مکمل کر دے۔ اور اس کمیشن کو ہر طرح سے سہولت پہنچائی جائے تاکہ وہ تمام کام نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ سرانجام دے۔

ایک اچھا نمونہ ہم پہلے دنوں مملکت سعودیہ کے بادشاہ شاہ سعود مدد امریکہ آئرن ہاؤس سے گفتگو کرنے کے لئے امریکہ کے دورہ پر گئے ہوئے تھے۔ اس سفر کے بارے میں شاہ سعود کے متعلق چند ایسی دلچسپ خبریں اخبارات میں آئی ہوئی تھیں، جن کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔ نیویارک کی ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ

شاہ سعود نے جس بحری جہاز میں سفر کیا، شاہ نے اس کے عملہ کو بیس ہزار ڈالر (ایک لاکھ روپیہ) بطور انعام عطا فرمایا۔ جہاز میں شاہ

کے لئے ایک خاص کمرہ تھا۔ جس میں قبلہ کی سمت بتانے کے لئے ایک خاص آئینہ نصب کیا گیا تھا، تاکہ آپ کو نماز پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

عام اخباری معیاری کے مطابق تو یہ کوئی خاص اور بڑی اہم خبر نہیں۔ اور بات بالکل معمولی سی ہے۔ مگر موجودہ دور میں جب کہ نماز جیسے اہم اسلامی فریضہ کے بارے میں عام مسلمان بے پرواہی برتتے ہیں۔ اور ارادہ و ذرا اور اسلامی ممالک کے بادشاہ تو شاید نماز پڑھنے کو ایسے مواقع پر اپنے لئے عذر سمجھتے ہیں۔ ایک بادشاہ کا عرشہ جہاز پر پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا اور اس کے لئے خصوصی اہتمام کرنا سادہ دنیا کے لئے ”اہم خبر“ ہے۔ شاہ سعود نے ایک عاجز بندے کی طرح دربار خداوندی میں سجدہ ریز ہو کر جو نمونہ قائم کیا۔ اس سے اس کی شان میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس نے اپنے کیرکری منسوبی، عقیدہ کے رسوخ اور اسلامی کردار کا نمونہ قائم کر کے اپنی شان کو بڑھا دیا۔ خدا کرے دوسرے مسلمان ملکوں کے ذمہ دار حضرات اور وزراء و حکام کو بھی اس نمونہ عمل کی پیروی کی توفیق مل جائے۔ اور وہ امریکہ اور یورپ میں علی الاعلان نماز پڑھ کر دینی شعار کا وقار بڑھائیں۔ اس سلسلہ میں دوسری خبر واشنگٹن کی ہے۔ صدر آئرن ہاؤس نے شاہ سعود کے اعزاز میں جو فیاضیت دی۔ اس میں اسلامی احکام کا پورا احترام کیا گیا۔ اور شراب نوشی سے بالکل پرہیز کیا گیا۔

یہ خبر بھی عالم اسلام کے لئے قابل فخر ہے، کہ آج کی دنیا میں ایک فرزندِ اسیا تو موجود ہے، جس کی محفل میں شراب کا کوئی گند نہیں۔ اس خبر سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ اگر کوئی شخص

کسی نے ان کو غیر مذہب نہ کہا۔ اس میں جامِ صحت نوش کرنے کی رسم ادا نہ کی گئی۔ مگر کسی کو ٹھٹھے لگانے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہیں یقین کر لینا چاہئے کہ اگر ہم اسلام کی عزت کریں گے تو اسلام بھی ہمیں معزز بنا دے گا۔ اگر ہم اس کے نام سے شرم کریں گے تو وہ بھی ہمارے وجود کو شرمناک بنائے گا۔ واللہ العزیز ولہم صلوٰۃ و لکّن المنافقین لا یعلمون۔

تنظیم مدارس کی ضرورت: اس ملک میں تقسیم عربی مدارس قائم تھے۔ اور اپنی بساط کے مطابق دینی علوم کی تعلیم و تدریس کی خدمت بجالا رہے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جب کہ ہندوستان کے مرکزی مدارس اور تعلیمی ادارے وہاں رہ گئے اور ضرورت محسوس ہوئی کہ یہاں پاکستان میں نئے مدارس کا قیام ہو تو بہت سے مدارس چھوٹے بڑے قائم ہوئے۔ اور وہاں عربی زبان، مختلف علوم و فنون، اور قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کا انتظام کیا گیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایک مشترکہ دینی مقصد کے لئے کام کرنے کے باوجود ان مدارس کے درمیان کوئی خاص ربط و تعلق نہیں۔ اور ہر جگہ انفرادیت سی پائی جاتی ہے۔ اگر تعلیم و تدریس کا یہ سارا نظام کسی ایک تنظیم کے ماتحت ہوتا۔ مدارس کے کارکنوں، اساتذہ اور طلبہ کے درمیان ربط قائم ہوتا، اور باہمی مشاورت اور تعاون سے کام کو آگے بڑھانے اور ترقی دینے کی کوشش کی جاتی تو اس کا بہت بڑا فائدہ ہوتا۔ کم سے کم اخراجات کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ کام ہو سکتا۔ علمی ترقی ہوتی، طلبہ کا علمی معیار بلند ہو جاتا۔ اخلاقی تربیت کا زیادہ موقع ملتا۔ اور ہر لحاظ سے موجودہ انفرادی حالت سے زیادہ نتیجہ خیز اور مثمر کام ہوتا۔ مارچ کا جیلد جب شروع ہوتا ہے تو اکثر عربی مدارس سالانہ جلسہ منعقد کرتے ہیں۔ اور تعلیمی اور تبلیغی کانفرنسیں ہوتی ہیں۔

اپنے کیرئیر کی مقبوضاتی کا ثبوت دے، اور دل سے چاہے کہ اسلامی احکام اور اسلامی روایات کا احترام ہو، تو دوسرا اس بات پر خود مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ احترام کریں۔ جو لوگ ترقی یافتہ پھر سے مرحوب ہیں، انہیں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ کہ اصل عزت اسلامی کیرئیر اور اسلامی روایات و احکام کے احترام میں ہے۔ اسلام فروشی اور غیروں کی نقالی میں نہیں۔ شاہ سعود کو کسی نے یہ طعنہ نہیں دیا اور نہ دے سکا کہ اس متدین و مذہب زمانہ میں آخر بادشاہ کے بغیر ایک ضیافت کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور آپ اس زمانہ میں یہ لگے زمانہ کی باتیں کیوں کر رہے ہیں غالباً شاہ سعود کو صاف الفاظ میں شراب کی ممانعت کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی ہوگی۔ بلکہ اس کے آغاز ہی کو دیکھ کر وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ شاہ سعود کی ضیافت میں شراب کی کوئی گنجائش نہیں۔

اسی ضیافت کے بارے میں تیسری خبر یہ ہے کہ اس میں صحت کے جام نوش نہیں کئے گئے۔ کیونکہ یہ عرب روایت کے خلاف ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ جب دو ملکوں کے سربراہ ملتے ہیں، تو وہ ایک دوسرے کی صحت کا جام نوش کرتے ہیں۔ یہ دستور موجودہ زمانہ میں لازمی ہو گیا ہے۔ لیکن شاہ سعود کی ضیافت میں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ کیونکہ عرب اس دستور کے قائل نہیں۔ بہت سے لوگ جو کسی دستور کے قائل نہیں ہوتے وہ رواداری میں اسے اختیار کر لیتے ہیں۔ مگر شاہ سعود نے اس رواداری کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور صدر آئرن ہاور نے بھی اس دستور پر اصرار نہیں کیا۔ مگر کس کی مجال ہے کہ شاہ سعود کو رجعت پسند یا قدامت پرست قرار دے۔ اور ان پر دقتیا تو سی کی پہنتی کہے۔ وہ جلا پر نماز پڑھتے تھے، مگر کسی نے انہیں ملامت نہ کیا۔ ان کی ضیافت میں شراب سے پرہیز کیا گیا۔ مگر

لیکن ہماری قوم کے عام جلسوں کی طرح یہاں بھی محض تقاریر کی گرم بازار سی ہوتی ہے۔ حاضرین جلسہ کی رونق دو بالا کرتے ہیں۔ اور واعظین وعظ سنا دیتے ہیں۔ اور تعلیمی مسائل پر غور و خوض نہیں ہوتا۔ جس کی خاص ضرورت ہے۔ ان مدارس کے متعلمین سے ہماری یہ درخواست ہے کہ امسال وہ اپنے جلسوں کو اصل مقصد کے لحاظ سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے ان جلسوں کے پروگرام میں خاص طور سے اس بات پر غور کرنا بھی شامل کر دیں کہ ہمارے ملک میں ان مدارس کا مستقبل کیا ہوگا۔

کیا موجودہ طریق کار کوئی پائدار طریقہ ہے، یا اس سے زیادہ مضبوط و مستحکم طریق کار اور ہو سکتا ہے۔ ان تمام مدارس کی تنظیم اور ایک ہی نظام میں لانے کا کام کیا ضروری نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کے لئے کس طرح کوشش کی جائے۔ اور کون سے ذرائع و وسائل ایسے ہیں جن سے یہ مقصد حاصل ہو سکے گا۔ نصاب تعلیم میں کسی کمی بیشی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا ترمیم ہونی چاہئے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، نئے کارنگ بدل گیا ہے۔ ضروریات زندگی بدل گئی ہیں۔ اب یقیناً اس بات کی ضرورت ہے، کہ ہم اصل دین اور دینی کتابوں کو بحال باقی رکھ کر ان کو محفوظ کر کے نئے نئے دور کے مطابق اسباب حفاظت کو اختیار کریں۔ حالات نہایت تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ ان آندھیوں میں ہم کتاب و سنت کے چراغ کو کس طرح بے نور ہونے سے بچا سکیں گے۔

اپنے محدود حلقوں میں چند عقیدت مندوں کو دیکھ کر یہ سمجھنا کہ ”سب اچھا ہے، یقیناً حقائق سے انحصار ہے۔ اتحاد کے سیلاب ہمارے مدارس اور ہماری مسجدوں کی دیواروں کے ساتھ ٹکرا رہے ہیں۔ ان عظیم سیلابوں کا رخ موڑنے کے لئے مشترکہ اور منظم قوت کی ضرورت ہے۔ اگر ہر ایک صرف اپنی مسجد اور اپنے مدرسہ کو بچانے کی فکر کرے اور محدود سی کوشش کرتا رہے تو

لیکن ہماری قوم کے عام جلسوں کی طرح یہاں بھی محض تقاریر کی گرم بازار سی ہوتی ہے۔ حاضرین جلسہ کی رونق دو بالا کرتے ہیں۔ اور واعظین وعظ سنا دیتے ہیں۔ اور تعلیمی مسائل پر غور و خوض نہیں ہوتا۔ جس کی خاص ضرورت ہے۔ ان مدارس کے متعلمین سے ہماری یہ درخواست ہے کہ امسال وہ اپنے جلسوں کو اصل مقصد کے لحاظ سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے ان جلسوں کے پروگرام میں خاص طور سے اس بات پر غور کرنا بھی شامل کر دیں کہ ہمارے ملک میں ان مدارس کا مستقبل کیا ہوگا۔

کیا موجودہ طریق کار کوئی پائدار طریقہ ہے، یا اس سے زیادہ مضبوط و مستحکم طریق کار اور ہو سکتا ہے۔ ان تمام مدارس کی تنظیم اور ایک ہی نظام میں لانے کا کام کیا ضروری نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کے لئے کس طرح کوشش کی جائے۔ اور کون سے ذرائع و وسائل ایسے ہیں جن سے یہ مقصد حاصل ہو سکے گا۔ نصاب تعلیم میں کسی کمی بیشی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا ترمیم ہونی چاہئے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، نئے کارنگ بدل گیا ہے۔ ضروریات زندگی بدل گئی ہیں۔ اب یقیناً اس بات کی ضرورت ہے، کہ ہم اصل دین اور دینی کتابوں کو بحال باقی رکھ کر ان کو محفوظ کر کے نئے نئے دور کے مطابق اسباب حفاظت کو اختیار کریں۔ حالات نہایت تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ ان آندھیوں میں ہم کتاب و سنت کے چراغ کو کس طرح بے نور ہونے سے بچا سکیں گے۔

اپنے محدود حلقوں میں چند عقیدت مندوں کو دیکھ کر یہ سمجھنا کہ ”سب اچھا ہے، یقیناً حقائق سے انحصار ہے۔ اتحاد کے سیلاب ہمارے مدارس اور ہماری مسجدوں کی دیواروں کے ساتھ ٹکرا رہے ہیں۔ ان عظیم سیلابوں کا رخ موڑنے کے لئے مشترکہ اور منظم قوت کی ضرورت ہے۔ اگر ہر ایک صرف اپنی مسجد اور اپنے مدرسہ کو بچانے کی فکر کرے اور محدود سی کوشش کرتا رہے تو

لیکن ہماری قوم کے عام جلسوں کی طرح یہاں بھی محض تقاریر کی گرم بازار سی ہوتی ہے۔ حاضرین جلسہ کی رونق دو بالا کرتے ہیں۔ اور واعظین وعظ سنا دیتے ہیں۔ اور تعلیمی مسائل پر غور و خوض نہیں ہوتا۔ جس کی خاص ضرورت ہے۔ ان مدارس کے متعلمین سے ہماری یہ درخواست ہے کہ امسال وہ اپنے جلسوں کو اصل مقصد کے لحاظ سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے ان جلسوں کے پروگرام میں خاص طور سے اس بات پر غور کرنا بھی شامل کر دیں کہ ہمارے ملک میں ان مدارس کا مستقبل کیا ہوگا۔

کیا موجودہ طریق کار کوئی پائدار طریقہ ہے، یا اس سے زیادہ مضبوط و مستحکم طریق کار اور ہو سکتا ہے۔ ان تمام مدارس کی تنظیم اور ایک ہی نظام میں لانے کا کام کیا ضروری نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کے لئے کس طرح کوشش کی جائے۔ اور کون سے ذرائع و وسائل ایسے ہیں جن سے یہ مقصد حاصل ہو سکے گا۔ نصاب تعلیم میں کسی کمی بیشی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا ترمیم ہونی چاہئے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، نئے کارنگ بدل گیا ہے۔ ضروریات زندگی بدل گئی ہیں۔ اب یقیناً اس بات کی ضرورت ہے، کہ ہم اصل دین اور دینی کتابوں کو بحال باقی رکھ کر ان کو محفوظ کر کے نئے نئے دور کے مطابق اسباب حفاظت کو اختیار کریں۔ حالات نہایت تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ ان آندھیوں میں ہم کتاب و سنت کے چراغ کو کس طرح بے نور ہونے سے بچا سکیں گے۔

اپنے محدود حلقوں میں چند عقیدت مندوں کو دیکھ کر یہ سمجھنا کہ ”سب اچھا ہے، یقیناً حقائق سے انحصار ہے۔ اتحاد کے سیلاب ہمارے مدارس اور ہماری مسجدوں کی دیواروں کے ساتھ ٹکرا رہے ہیں۔ ان عظیم سیلابوں کا رخ موڑنے کے لئے مشترکہ اور منظم قوت کی ضرورت ہے۔ اگر ہر ایک صرف اپنی مسجد اور اپنے مدرسہ کو بچانے کی فکر کرے اور محدود سی کوشش کرتا رہے تو

لیکن ہماری قوم کے عام جلسوں کی طرح یہاں بھی محض تقاریر کی گرم بازار سی ہوتی ہے۔ حاضرین جلسہ کی رونق دو بالا کرتے ہیں۔ اور واعظین وعظ سنا دیتے ہیں۔ اور تعلیمی مسائل پر غور و خوض نہیں ہوتا۔ جس کی خاص ضرورت ہے۔ ان مدارس کے متعلمین سے ہماری یہ درخواست ہے کہ امسال وہ اپنے جلسوں کو اصل مقصد کے لحاظ سے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے ان جلسوں کے پروگرام میں خاص طور سے اس بات پر غور کرنا بھی شامل کر دیں کہ ہمارے ملک میں ان مدارس کا مستقبل کیا ہوگا۔

کیا موجودہ طریق کار کوئی پائدار طریقہ ہے، یا اس سے زیادہ مضبوط و مستحکم طریق کار اور ہو سکتا ہے۔ ان تمام مدارس کی تنظیم اور ایک ہی نظام میں لانے کا کام کیا ضروری نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کے لئے کس طرح کوشش کی جائے۔ اور کون سے ذرائع و وسائل ایسے ہیں جن سے یہ مقصد حاصل ہو سکے گا۔ نصاب تعلیم میں کسی کمی بیشی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کیا ترمیم ہونی چاہئے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے، نئے کارنگ بدل گیا ہے۔ ضروریات زندگی بدل گئی ہیں۔ اب یقیناً اس بات کی ضرورت ہے، کہ ہم اصل دین اور دینی کتابوں کو بحال باقی رکھ کر ان کو محفوظ کر کے نئے نئے دور کے مطابق اسباب حفاظت کو اختیار کریں۔ حالات نہایت تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ ان آندھیوں میں ہم کتاب و سنت کے چراغ کو کس طرح بے نور ہونے سے بچا سکیں گے۔

پہنچ رہا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو تمہا کو کے خلاف کچھ لب کشائی
گوارا بھی نہ ہو۔ لیکن عمومی طور سے دو بڑے نقصان پہنچ
رہے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اس طرح تمہا کو نوشی کی بیماری
وہ بڑے عام کی شکل میں پھیلتی جا رہی ہے۔ جس کا اثر عام اہل
ملک کی صحت پر بھی نہایت برا پڑ رہا ہے۔ اور انکی اقتصادی
حالت پر بھی۔ اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ غلہ کی کاشت کم ہوتی
جا رہی ہے۔ اور وہ ملک جو کبھی نہ صرف یہ کہ غذائی لحاظ سے
خود کفیل تھا، بلکہ دوسروں کو بھی غذائی امداد کیا کرتا تھا، آج
دو سڑوں سے غلہ مانگنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ اور ہر سال قحط سالی
کی کیفیت پیش آ رہی ہے۔ اور بہت سا زرمبادلہ گندم اور
چاول حاصل کرنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اس لئے مناسب کیا

بلکہ ضروری ہے، کہ تمہا کو نوشی کے خلاف ہم چلائی جائے۔ نئے
عامہ کو ہوا کر کے اور اس بارے میں اصلاحی تدابیر کو قبول کرنے کے
لئے نشر و اشاعت کے ذرائع سے بھی کام لیا جائے۔ اور ایسے موثر قوانین
بھی مرتب کر کے نافذ کئے جائیں، جن سے یہ برائی بجائے پھیلنے اور بڑھنے
کے کم سے کم ہوتی جائے۔ اور تدریجاً اس کو ختم کر نیکی کوشش کی جائے۔
اور اس طرح کاشت پر بھی مناسب اور قابل عمل حد تک پابندی لگادی
جائے۔ اور ہر طرح سے اسکی توجہ شکنی کردی جائے۔ اگرچہ اس طرح
تمہا کو کی کاشت زیادہ کی آمدنی بہت کم ہو جائیگی، اور بجٹ میں کھسار
بھی ہو جائے گا۔ لیکن مجموعی قومی مفاد کی خاطر ایک
قومی حکومت خسار کو برداشت کرتی اور دوسری قادات
میں بچت کیا کرتی ہے۔

بہ خضر و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(محترم مولا سید عبدالمنان صاحب شاہد)

گدائی درِ شام اُمم ہے دارائی !
کہ میرے دل میں تجلی کی برق لہرائی
یہ اقتساب ہے اک طرف عزت افزائی
مجھے حضور رسالت مآب لے آئی
یہ ہر دم و یہ ستارے، یہ چرخ بینائی
چمن میں حسن بداراں، گلوں میں رعنائی !
طلسم سطوتِ قیصر، فسون کسرائی !
ہی ہے خاک کے ذروں کو تاب گویائی
ہر ایک سمت ہے فتنوں کی مشہ آرائی
کہیں نبوت کا ذب کی ہے فسون زائی
نظام جبر کی ہر جا ہے کار فرمائی !
جنہوں نے عشقِ چمپے کی روشنی پائی
حضور ! ملتِ بیضائی کی چسارہ فرمائی

جنوں عشقِ محمد کمال و انائی !
رہے مقامِ تنائوئی شہرِ بطحائے
زبانِ ذرہ کساں، مدحِ آفتاب کساں !
میری تولدِ محبت کی ہے پردہ بالی !
حضور ! آپ کے انوار کے مظاہر ہیں !
حضور ! آپ کے انعامِ قدس کے دم سے
حضور ! آپ کے فیضِ نگر نے توڑ دیا !
حضور ! آپ کے ہونٹوں کی ایک جنبش سے
حضور ! آپ کی اہمیت پہ وقت ناز کرے
کہیں ہے آپ کی ملتِ نشاۃِ تضحیک،
جہاں پہ ظلمتِ باطل محیط ہے ہر سو
ہیں ان کے واسطے دار و رسن کی تفریں
حضور ! امتِ عاصی پہ اک نگاہِ کرم

معارف قرآن

سورة البقرہ کی تفسیر

..... (ادامہ)

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝

یعنی یہ کتاب ڈر والوں کو راہ بتاتی ہے۔ انسان کو متقی بناتی ہے۔ ہُدًى اور ہدایت کے معنی ہیں دلالت کرتا کسی چیز کا راستہ دکھا دینا اور پتہ بتا دینا۔ اس میں یہ ضرور نہیں کہ جس کو راستہ دکھایا گیا ہے وہ اس راستہ پر چلے ہی۔

کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے، کہ ہُدًى اس چیز کو کہتے ہیں کہ وہ بیان و وضاحت میں کہ دوسری چیز کو ظاہر کرنے۔ اور قرآن ایسا نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے کہ مفسرین ایک ایک آیت کی تفسیر میں مختلف اور متعارض اقوال لاتے ہیں۔ جس چیز کا یہ حال ہو وہ کسی دوسری چیز کو کیا واضح کریگی۔ جبکہ وہ خود بھی واضح نہ ہو۔ پھر ایسی چیز کو ہدی کہہ سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض فہم مفسرین پر وارد ہوتا ہے۔ نہ کہ قرآن پر۔ وہ تو بذات خود ہدی ہے۔ اور اس میں ذرا شک و اشتباہ نہیں۔ پھر مفسرین بھی راجح اور مرجوح کے لئے دلائل و قرائن رکھتے ہیں۔ وہ وجوہ ترجیح کو خوب جانتے ہیں۔ جو وجوہ ترجیح سے ناواقف ہو اسے کیا حق ہے کہ وہ مفسرین پر زبان طعن دراز کرے۔ یہ کمال قرآنی ہے کہ اس کا اسلوب بیان اسی طرز پر واقع ہوا ہے کہ اس میں خود و تدبیر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کا شمار دماغی قوی کی تقویت و تنویر ہے۔

قرآن مکیم نے جہاں اپنی نسبت ہُدًى لِّلْمُتَّقِينَ لکھا ہے، وہاں دوسری جگہ ہُدًى لِّلنَّاسِ بھی لکھا ہے۔ یعنی

وہ تمام بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے۔ ان دونوں باتوں میں دراصل کوئی اختلاف نہیں۔ اپنی اپنی جگہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ ہُدًى لِّلنَّاسِ سے مراد یہ ہے، کہ اس میں متقی اور غیر متقی دونوں شامل ہیں۔ اور اس جگہ صرف ہُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ اس نے غیر متقی کو اس دور و حقیقہ و ذلیل خیال کیا کہ اس کا ذکر ہی مناسب نہ سمجھا۔ موقعہ اور محل ہی یہ تھا کہ یہاں غیر متقی کا ذکر تک نہ کیا جائے۔ پس وہ احمق و نادان جو ہُدًى لِّلْمُتَّقِينَ پر اعتراض کیا کرتے ہیں، وہ فہم قرآن سے کوسوں دور ہیں۔ اور اپنی جہالت و حماقت کا ثبوت دیتے ہیں۔

صِفَتِ الْغَالِی حَقِیْقَتِ ۝

تقویٰ ایک ایسی متمم بات ہے، جس نے اس کو ماحصل کر لیا گویا دنیا جہان کی خوبیاں اور بھلائی جمع کر لیں۔ تقویٰ اعمال صالحہ کا خزانہ اور روحانی تربیت کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ اس کی تعریف و توصیف سے قرآن و حدیث مملو ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وَان تَصْبِرُوا وَاگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تَتَّقُوا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ

متمم لغت میں اسم فاعل ہے اِتَّقِیْ تَتَّقِیْ اِتَّقَاوْے جو باب افعال ہے۔ و قَایَۃ کے معنی ہیں حد سے زیادہ بچاؤ کرنا۔ پس متقی وہ ہے کہ جو دین کے خلاف باتیں ہیں۔

ان سب سے بچے ۔ اور حتی الامکان تمام عبادات کو بجالائے
سو تقویٰ کے اصل معنی خوف اور بچاؤ کے ہیں ۔ چنانچہ
تقویٰ کے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں :-

جعل النفس فی ہراس پیڑ سے بچنے کی کوشش
وقایۃ مما یخاف کرنا جو اس کے لئے نقصان
وحفظ النفس مما وضرر کا باعث ہو ۔ گناہ کی
لیونشہ ۔ جانب دعوت دینے والی

چیزوں سے پرہیز کرنا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا ،
تقویٰ کی تعریف کیا ہے ؟ جواب میں آپ نے فرمایا ، جب تم
ایسے راستہ سے گزرو جس میں چاروں طرف خاردار جھاڑیاں
ہوں ، تو کیا کرو گے ؟ سائل نے کہا ، اس وقت میری کوشش
یہ ہوگی کہ میں ہر ممکن طریق سے اپنے دامن کو کانٹوں میں الجھنے
سے بچاؤں ۔ اور صحت و سلامتی کے ساتھ منزل مقصود
تک پہنچ جاؤں ۔ فرمایا یہی تقویٰ ہے ۔

گویا متقی وہ ہے جو تمام مصائب و آلام سے بے
پرواہ ہو کر اور تمام الجھنوں و دلدلیوں سے دامن کو بچاتا ہو
منزل مقصود تک پہنچ جائے ۔ یعنی اپنے مقصد حیات پر مہم
پس ہدای للمتقین کے معنی یہ ہوئے کہ

اس کتاب مقدس میں ایسی ہدایتیں اور بصیرتیں موجود
ہیں ، جن پر عمل پیرا ہونے سے آدمی متقی بن سکتا ہے ۔ اس
کتاب کا تعلیم بہترین اور بالکمال انسان بنادیتی ہے ۔ اور
دین کی کامیابی و فائز للرامی کی ضمانت و کفیل ہے ۔

اس میں شک ہی کیا ہے ، قرآن پاک کا جو حصہ اس
سورۃ سے پہلے نازل ہو چکا تھا ، اس پر عمل کر کے جو باب
صلاح و تقویٰ تیار ہوئے تھے ، ان کا شرف و عزیت تاریخ
اسلام میں دیکھ لو ۔ قرآنی تعلیم نے جاہلین و دین کو مصلح

و تقویٰ اور نیکی و پرہیزگاری کی کس بلندی پر پہنچایا ۔ پھر مدنی
زندگی میں قرآن نے جو پاک و مقدس گروہ تیار کیا ، اس کے
زہد و تقویٰ کی کیفیت بھی تاریخ میں دیکھ لو ۔ قرآن نے دنیا کے
سامنے جو ادب و تقویٰ و طہارت پیش کئے ، اور تورات
وانجیل نے متقین کی جو جماعت تیار کی ، دونوں کا باہمی مقابلہ
کرو ۔ اور انصاف و حق پرستی کو مد نظر رکھو تو تم خواہ کسی
مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہو ، بے اختیار پکار اٹھو گے
کہ قرآن کے پیش کردہ ادب و باب صلاح و تقویٰ تو دوسرے
مذہب کے متقین میں ایسے ہیں جیسے کنکروں میں جواہر
رہزے ۔ اور بے شک قرآن پاک کی تعلیم ہی زیادہ
نتیجہ خیر ، موثر اور شرمیرکات ہے ۔

افسوس صد افسوس کہ آج دنیا میں قرآن پاک تو
موجود ہے ۔ مگر اس سے استفادہ کرنے والے اور اس کی
تعلیم پر کلیمہ عمل پیرا ہونے والے کہیں نہیں ۔ جیسی تو قرآن
حالی قوم ہر طرح پست و ذلیل اور غلام و محکوم ہے ۔

کاش مسلمان قرآن حکیم کی رہنمائی میں آئیں ، اور
قرآن کی تعلیم کا بہترین عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش
کریں ۔

بقیہ صفحہ ۱۴ ۔ شکر تھا جس نے افغانوں سے
رشتہ کر لیا تھا ۔ اور سو ہی افغان یا طلحی اس سے پیدا ہوا
ان کے علاوہ حص میں بھی ایک قبیلہ خالدی کہلاتا ہے ۔ و
اللہ اعلم بالصواب ۔

خلاصہ سیرت خالد

۵ کل عرب اور قریش میں یکسر
تعمی سلم نجابت خالد

باب الحدیث

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وشتم الامور محدثاتها

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے، کہ ہم اللہ کے فضل و کرم سے اہلسنت والجماعت مسلمان ہیں۔ مگر افسوس، یہ نہیں جانتے کہ ہمارا اہل سنت والجماعت ہوتا کس پاکیزگی حیات کو چاہتا ہے۔ سوچتا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت تین لفظوں سے مرکب ہے۔ ”اہل“۔ ”سنت“ اور ”جماعت“۔ اہل کے معنی اشخاص یا مقلدین کے ہیں۔ سنت عربی میں راستہ کو کہتے ہیں۔ اور مجازاً، معنی زندگی اور طرز عمل کو۔ مگر اصطلاح شریعت میں اس سے مراد اسوۂ رسول ہے۔ اور جماعت کے لغوی معنی گروہ ہیں۔ مگر یہاں جماعت سے مراد جماعت صحابہؓ ہے۔ پس اس تعریف و بیان کی رو سے اہل سنت والجماعت اس گروہ یا جماعت کا قائم ہے، جس کے تمام عقائد، عبادات، معاملات، استقامت اور طہنجی مسائل و احکام کتاب و سنت یعنی اسوۂ رسول اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کے مطابق ہوں۔

سنت کے مقابل لفظ بدعت ہے۔ بدعت لغت عربی میں ہے۔ کہتے ہیں۔ لیکن اصطلاح شرع میں بدعت کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو بطور عبادت کے قرون وسطیٰ میں بطور دینی کام کے رواج پذیر ہوئی ہو، اس کو بدعت کہتے ہیں۔ یعنی دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالنا جو قرآن و حدیث و صحابہ کے طرز عمل اور ائمہ دین کے فتویٰ میں نہ ہو، بدعت کہلاتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے، ہر عدیکو لبستی و سنۃ میرا طریقہ اور میرے ہدایت الخلفاء الراشدین یافتہ جانشینوں کا طریقہ اختیار

تمسکوا بھا وعضوا کرو۔ اور ان دونوں طریقوں کو علیھا بالنواجذ وایاکم اچھی طرح پکڑے رہو۔ ان کو و محدثات الامور سے دانتوں کے مضبوط پکڑو۔ نئی خان کل محدثاتہ بدعتہ باتوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ ہر وکل بدعتہ ضلالۃ۔ نئی بات بدعت ہے۔ اور ہر (ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ) بدعت گمراہی ہے۔

قرآن و حدیث سنت کی پیروی، اور بدعت سے اجتناب کرنے کی تاکید و ہدایت سے لبریز ہیں۔ قرآن و حدیث حضور علیہ السلام کی قائم مقامی کر رہے ہیں۔ انہی دو چیزوں کی پیروی پر فلاح و حیرن کا مدار ہے۔ مگر آج ہم تمدن میں، معاشرت میں تعلیم و تعمیل میں اور اعتقاد و عمل میں قرآن و حدیث سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ دین کی اصل چیزوں کو ترک کر کے نئی چیزوں کا اپنے دین میں اضافہ کر دیا ہے۔ بدعات و

خرافات میں اس درجہ انہماک ہے کہ شریعت کی پابندی کا بھولے سے بھی خیال نہیں آتا۔ پھر خدا کے لئے تمہیں بتلاؤ، ہم کیسے فلاح یاب ہو سکتے ہیں۔ اور ہمارے اہل سنت و الجماعت ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اگر غافل صنفی مسلمان بنتا چلتے ہو تو تمام آبائی رسم و رواج اور بدعات و خرافات سے اجتناب کرو۔ اور ہر دینی و دنیوی امر میں اسوۂ رسولؐ کو اپنا رہنما بناؤ۔ کائنات ارضی و سماوی تمہارے قدموں میں ہوگی۔ تمہارے خدا کا تم سے وعدہ ہے

کی محمدؐ سے دعا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

وَأَحْسَنُ الْهَدَى هَدَى الْأَنْبِيَاءِ

انبیاء کی روشنی سب روشوں سے خوب تر ہے۔ (حدیث)

دنیا میں جس قدر انبیاء علیہم السلام آئے، ان کی روشنی کی اتنی ہی وہ سب کے سب توحید و رسالت و علوم آخرت اور اصول نجات میں مستند تھے۔ وہ اصولی اور بنیادی حیثیت سے اسلام ہی کے داعی تھے۔ وہ اپنی اپنی وقتی شریعت کے ماتحت اپنی قوم کے عقائد و اعمال اور عادات و اطوار کی اصلاح کرتے تھے۔ پُریمی باتوں اور خدا کی نافرمانیوں سے لوگوں کو روکتے تھے۔ اور اچھی باتوں کی نصیحت کرتے تھے۔ سب کے آخر میں بنی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ اور ایک دائمی شریعت کے ماتحت انسانیت کو ہر طرح معراج کمال تک پہنچا دیا۔

اس روشنی کے مطابق ہمارا بھی فرض ہے، کہ ہم توحید کو سمجھیں، اسی پر قائم رہیں، شریعت کے مطابق فطری زندگی بسر کریں، اپنے نفس کو پراپیوں اور گناہوں سے پاک کریں، اور پھر دوسرے لوگوں کو نیک باتوں کی طرف بلائیں اور بری باتوں سے روکیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر فرزند اسلام کا فرض ہے۔ ہر مسلمان مبلغ اسلام اور توحید کا داعی و بدعت کا ماحی ہے۔ پس اس ارشاد رسول کے مطابق ہمیں بھی انبیاء علیہم السلام کی روشنی اختیار کرنی چاہئے۔

وَأَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشَّهِدَاءِ

شہیدوں کی موت، موت کی سب قسموں کے بزرگ ہے (حدیث)

اس میں کیا شک ہے، مومن کا جان و مال سب کچھ اس کا ہے۔ وہ اپنا جان و مال جنت کے عوض اللہ کے ہاتھ

فروخت کر چکا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ حق و حریت کی حفاظت و اشاعت کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دے۔ مالی اور جانی قربانی ہی صحابہ کی ترقی کا راز ہے۔ انہوں نے اس پیر کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ ان کی مالی اور جانی قربانیوں سے تاریخ کے اوراق لبریز ہیں۔ وہ ہنس ہنس کر اسلام پر اپنی جانیں فدا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وہ مسلمان بڑا خوش قسمت ہے، جس کو شہیدوں کی موت نصیب ہو۔ اس کے قدردان تو صرف صحابہ ہی تھے۔ دیکھئے، اللہ پاک فرماتے ہیں یہ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتٌ دَبِلَ أَحْيَاءُ ۖ كُوفُوا لَهُمْ مَوْتَهُمْ
وَلَكِنْ لَا تَسْخَرُوا مِنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ مُرْسَلُونَ

شریعت سے ثابت ہے، کہ جو شخص اللہ کی راہ میں بے غلام مارا جاتا ہے، اس کو جان کنہ فی کی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ اور اس کو غسل دینے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی ... اس لئے کہ اس کا بدن بالکل پاک ہوتا ہے۔ اللہ کی بخشش و مغفرت اس کے حق میں یقینی طور پر ثابت ہے۔ اس لئے اس کو شہید کہتے ہیں۔ اسپر میت کا لفظ نہیں بولا جاتا۔ ہاں

المصطلح شرعی کے اعتبار سے وہ میت ہی کہلائیگا۔ اس لئے کہ بدن سے روح جدا ہونے کو موت کہتے ہیں۔ اور شہید میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا مال بھی وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ شہید کو جو روحانی فرحت اللہ کے راستہ میں مائے جانے کی حالت میں ہوتی ہے، اس کی حقیقت ہم لوگ نہیں جان سکتے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں، کہ تم بخود نہیں کہتے۔ سچ ہے۔

کشنگانِ فخرِ تسلیم را !

ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

دوسری جگہ اللہ پاک فرماتے ہیں :-

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله

امواتا بل احياء عند ربهم

يرزقون ۞ فرحين بما آتاهم الله

من فضله وليستبشرون بالذین لم

يلحقوا بهم من خلفهم ان لا

خوف عليهم ولا هم يحزنون ۞

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازیؒ

فرماتے ہیں، اسی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں، کہ

شہیدوں جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے ہیں، مردہ مت کہو، بلکہ

وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ ان کو ابھی سے رزق ملنا شروع

ہو جاتا ہے۔ قیامت کے آنے پر موقوف نہیں۔ اور اپنے بھائی

بندوں کی خوش و خوشی اور نیک بختی کی خبریں سنکر جو کہ دنیا میں

زندہ ہیں خوش ہوتے ہیں، کہ اللہ ہمارے طرح ان کو بھی خوف

و غم نہ ہوگا۔ لیکن اتنا ضرور جانتا چاہئے کہ ظاہری طور سے شہید

اور غیر شہید جو دنیا سے علیحدہ ہو اوردفن ہو گیا وہ محبت ہی ہے

اس لئے کہ انبیاء کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے۔ ان کے واسطے لفظ

محبت مزج قرآن شریف میں موجود ہے۔ تو معلوم ہوتا کہ اس

زندگی کے معنی کچھ اور ہی ہیں۔ جو کہ شہیدوں کے لئے مانی گئی۔

کیونکہ ان کی بیویاں بالاتفاق دوسروں کے نکاح میں عدت

گزرنے کے بعد آتی ہیں۔ اور انبیاء کے انتقال کے بعد انکی بیویاں

دوسروں کے نکاح میں بالاتفاق نہیں آسکتیں۔ لہذا ان کے

درمیان کوئی ایسی چیز حاصل ہے، جو دونوں کو ممتاز کرتی ہے۔

اسی لئے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بھلا جب شہید زندہ ہیں،

تو انبیاء بطریق اولیٰ اپنی قبروں میں زندہ ہوں گے۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمایا، کہ تم سب انبیاء کے

گزرنے کا عقیدہ رکھو۔ اور شہیدوں کے بارہ میں فرمایا کہ

ان کو مردہ مت کہو۔ پھر کیونکر آپس میں دونوں کو ایک

دوسرے پر قیاس کر سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

بر حال شہیدوں کی موت، موت کی سب قسموں

سے بہتر و بزرگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو

نصیب کرے۔

صفحہ ۳۳ کا بقیہ ص ۳۳ سے آگے

دین حق کی معاونت کے لئے

وقف تھا زور و طاقتِ خالدؓ

جنگِ موت میں دینداروں کے

کام آئی شجاعتِ خالدؓ

شہسوارانِ دین حق کو تھی !

روح پرور قیادتِ خالدؓ

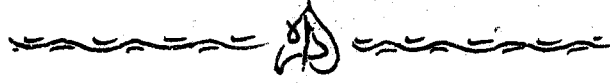
مومنوں کی سلامتی کے لئے

تھی ضروری سلامتِ خالدؓ

فتحِ مکہ کے دن بلند رہا !

لطفِ سرور سے رایتِ خالدؓ

سائل و مسائل



سوال : ہر تین دنوں میں نذرانہ لیا تھا، کہ اگر میرا لڑکا بیماری سے

محنت یاب ہو جائے، تو پچاس روپیہ خرچ کر کے چاول پکاؤں گا۔

اور فقراء کو کھلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی۔ اب ایک

دوست کہتا ہے، کہ دیگ پکانے کی کیا ضرورت؟ مدرسہ عربیہ کے

غریب طلبہ کو پچاس روپیہ کے کپڑے دیدو۔ تو کیا کپڑے دینے

سے نذر پورا ہو سکے گا؟

الجواب : ہر نذر کے ادا کرنے میں شرعاً یہ ضروری نہیں

کہ جس چیز کا نام لیا ہو خواہ معنویہ وہ چیز ضرور دی جائے۔ بلکہ

اصل چیز یہ ہے، کہ نذر مانتے وقت جتنی مالیت کی چیز کی تعیین

کی تھی، اتنی مالیت کی کوئی سی چیز یا نقد فقراء و مساکین کو تملیک

دیا جائے۔ اس لئے صورت مذکورہ بالا میں یہ تو ضروری ہے

کہ آپ فقراء و مساکین کو دیدیں۔ اور جو چیز بھی دیں اس کی

مالیت پچاس روپیہ کی ہو۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے۔ جیسے

حالات ہوں دیا ہی کریں۔ خواہ چاول پکا کر دیں۔ خواہ کپڑے

خرید کر دیں۔ خواہ نقد رقم دیں۔ خواہ اور کوئی چیز پچاس روپیہ کی

خرید کر انکو دیں۔ فی الدار المحتاسر نذر ان یتصدق

بعشۃ دہام من الخبز فتصدق بغیرہ جاز

ان ساوی العشرۃ ان تصدق بثمان اھ

سوال : ہر زید نے نذر مان لی تھی کہ میری اہلیہ کو شفا ہوئی

تو چالیس مساکین کو کھانا کھلا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی

اور لڑکا پیدا ہوا۔ اس نے لڑکے کا حقیقہ کیا ہے۔ تو کیا اس

حقیقے کا گوشت اس نذر کے پورا کرنے کے لئے استعمال

کر سکتا ہے؟ یعنی یہی گوشت اگر پکا کر فقراء کو کھلایا جائے تو

کیا نذر ادا ہو جائیگی؟ اور ذبح کرنے سے کیا حقیقہ ہوا یا

نہیں؟

الجواب : ہر حقیقہ تو نفس ذبح کر دینے سے ادا ہو

گیا۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ اب اس گوشت کو نذر ادا

کرنے کے لئے صرف کرنا، اور ادا نذر کی نیت سے فقراء کو

کھلانا درست نہیں۔ یعنی اس کھلانے سے نذر کی ادائیگی

نہ ہوگی۔ درختار میں ہے: برعن القنیۃ واذا دفع

للحم الى فقیر بذیۃ الزکوۃ لا یحسب عنہما فی

ظاہر الہی وایت اھ۔ جس طرح زکوۃ مفروضہ کی ادائیگی

حقیقہ کے گوشت سے یا قربانی کے گوشت سے نہیں

ہو سکتی، اسی طرح واجب نذر کی ادائیگی بھی نہیں ہو سکتی۔

سوال : ہر زیورات کی جو زکوۃ ادا کی جاتی ہے۔ کیا اس

میں صرف سونے کا وزن کر کے اس کی قیمت کے حساب

سے چالیسواں حصہ دیں گے۔ یا زیور کی بنوائی کی جو اجرت

سچے وہ بھی سونے کی قیمت کے ساتھ ملا دی جاتی ہے۔

مثلاً ایک زیور جوہ تولہ کا ہے۔ اس کے سونے کی قیمت

تو ایک سو دس روپیہ تولہ کے حساب سے ۵۰ روپیہ ہے۔

لیکن پندرہ روپیہ اس کی اجرت لی گئی ہے۔ تو کیا زکوۃ

۵۰ کی دیں گے یا ۵۶ کی؟ اس بارے میں فتویٰ دیجئے۔

الجواب : ہر عام طور سے فتویٰ تو یہی دیا جا رہا ہے،

کہ زکوۃ میں سونے یا چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اور

جس قدر سونا ہے، اس کی بازاری قیمت لگا دی جائے۔

اور زکوۃ ادا ہو۔ لیکن عالمگیری کی ایک روایت کو پیش نظر

وقف صحیح ہے۔ کیونکہ ومن شرائط الوقف ان
لیکون منجما لامعلقا الی بکائن ولا مضافا ولا موقفا
الخ، در مختار۔ اس لئے شرعی مسئلہ یہ ہے کہ کل جائداد و ترکہ
کا چوتھا حصہ اس عورت کا بطور میراث حق ہے۔ وہ بہر حال
اسے لے سکتی ہے۔ باقی تین حصے اس مرتے والے کے دوسرے
ورثہ عصبہ کا حق ہے۔ میراث کے قانون کے مطابق ان تین میں
ہو۔ ہاں اگر وہ خود اپنی مرضی سے اب مستقل طور پر مسجد کے
نام وقف کرنا چاہیں تو وقف کر دیں۔

سوال : ہر کیا خودکشی حرام ہے ؟ قرآن مجید کی کس آیت، یا رسول
اللہ کی کس حدیث کی رو سے یہ ناجائز ہے۔ ہر شخص کی اپنی جان
ہے۔ اگر کسی پریشانی اور رنج و غم اور مصیبت سے تنگ آکر
ایک شخص اپنی زندگی خود ختم کرتا ہے، تو شریعت اُسے
اپنی جان میں تصرف کرنے سے کیوں روکتی ہے ؟ میرے ایک
عزیز کو یہ اشکال درپیش ہے، مفصل جواب دیجئے۔

الجواب بحسب تعارف و حسب توفیقہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شریعت اسلامیہ کی رو سے خودکشی حرام ہے۔ اور اس کا
مرتکب گنہگار ہوتا ہے۔ جس طرح بے گناہ و بے قصور کسی
دوسرے مسلمان کو قتل کرنا اور اس کی جان لینا ناجائز ہے، اسی
طرح کسی شخص کا خود اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر یا پتیل اور
بندوق سے یا کسی اور ذریعہ سے قتل کرنا اور جان لینا ناروا
ہے۔ اصل میں بات یہ ہے، کہ شخص کی جان واقعہ میں
اسکی اپنی جان ہے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جان کو پیدا کیا
ہے۔ اور وہی اس کا مالک ہے۔ تو جو چیز حقیقت اللہ تعالیٰ
کی ملک ہے، اس میں کوئی تصرف کرنا اس اصل مالک کی
نشاء اور مرضی کے خلاف کماں جائز ہو سکتا ہے۔ اس مسئلہ

رکھنے کے بعد حکیم الامتہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
رحمۃ اللہ علیہ نے امداد القاضی جلد دوم مطبوعہ اشرف العلوم
کراچی کے صفحہ ۴۲ پر اس باب سے میں جو تحقیق کی ہے وہ زیادہ
قابل قبول اور مدلل ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اصل مسئلہ
کی تحقیق اور عرف کی بنا پر فرق پیدا ہو جانے کو ذکر کر کے لکھا ہے
”ہمائے دیار میں یہ عرف ہے کہ اگر سند یا ہجر
سے زیور خرید تو وہ بنوائی لگاتا ہے۔ اور لگر
اس کے ہاتھ بیچو تو نہیں لگاتا۔ پس اس بنا پر
مقتضی قاعدہ کا یہ ہے کہ ایسے دیار میں مالک
زیورات کا اگر ناجز زیورات کا ہے، تب تو وہ نکوۃ
میں بنوائی بھی لگائے۔ اور اگر تاجر نہیں ہے، محض
استعمال میں لانے والا ہے تو وہ نہ لگائے۔ اور اگر گھیر
عرف اس کے خلاف ہو تو وہاں ویسا ہی حکم ہوگا“

سوال : ہر ہمائے قصبہ میں ایک شخص تھا، جس کی اولاد نہ تھی
صرف ایک بیوی تھی۔ مرض موت میں اس نے قصبہ کے امام صاحب
اور بعض دوسرے گواہوں کو بلا کر کہا، کہ میرے مرنے کے بعد میری
یہ بیوی اگر نکاح ثانی نہ کرے اور گھر پر بیٹھی رہے تو میری تمام
جائداد اسی کی ہوگی۔ اور اگر اس نے نکاح ثانی کر دیا تو پھر میری
تمام جائداد اور اشیاء مسجد پر وقف ہیں۔ اس کے مرنے کے بعد
کچھ عرصہ تک وہ عورت تمام جائداد پر قابضہ رہی۔ مگر پھر
اس نے نکاح ثانی کر دیا۔ اب لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس کی جائداد
مسجد پر وقف ہو گئی ہے۔ اور اس سے لینا چاہتے ہیں۔ اور
وہ بدستور قابضہ ہے دینا نہیں چاہتی۔ اس عورت میں
مسئلہ شریعہ کیا ہے ؟

الجواب : ہر عورت مندوبہ بالا میں تو نہ یہ وصیت
عورت کے لئے صحیح ہے۔ خواہ وہ نکاح نہ بھی کرتی۔ کیونکہ لا
وصیۃ لوائساث شریعت کا مستقل قانون ہے۔ اور نہ یہ

کو اس رنگ میں سمجھنا ہی غلط ہے، کہ ایک شخص اپنی جان میں اگر تصرف کر رہا ہے تو اپنا نقصان خود کر رہا ہے۔ اس میں نامائز ہونے کا کیا سوال؟ کیونکہ اس بارے میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ جان کو اپنی جان کہہ رہا ہے۔ جب ہر انسان کی جان اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔ اور صرف اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اس میں کوئی تصرف کرے۔ یا تصرف کرنے کی اجازت دے۔ تو ہر قتل کے بارے میں یہ دیکھا جائیگا، کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوا ہے، یا اس کی خلاف ورزی کر کے قتل کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اگر پہلی صورت ہے تو وہ قتل النفس بالحق ہے۔ جو مباح اور بعض حالات میں موجب اجر و ثواب ہوتا ہے۔ اور اگر دوسری صورت تو قتل النفس بغير الحق ہے۔ جو گناہ کبیرہ اور حرام اور موجب عذاب و عتاب دنیوی و اخروی ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر خودکشی کرتا ہے، اور اپنی جان گنوا تا ہے تو یہ خدا تعالیٰ کی ملک چیز میں ایک بے جا تصرف اور اس کی مرضی کے خلاف دخل اندازی ہے۔ اس لئے یہ قتل النفس بغير الحق کا ارتکاب اور موجب عذاب اخروی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بَكْمٍ سَهِيماً** ومن يفعل ذلك عدواً وائماً وظالماً فسوف نصليہ ناسراً۔ **وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيراً**۔ (سورہ نساء پارہ ۱) اور اپنی جان کو قتل مت کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں بڑا مہربان ہے۔ اور جو کوئی ایسا کرے گا سرکشی اور ظلم کی راہ سے تو ہم حشر بہ اس کو آگ میں ڈالیں گے۔ اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔

لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ کی تفسیر کا مفسرین نے خود کشی کے ساتھ بھی کی ہے۔ اور یہ ظاہری الفاظ کا مدلول بھی

ہے۔ چنانچہ صاحب کشاف علامہ زحشری نے لکھا ہے۔ **او لا يقتل الرجل نفسه كما يفعل بعض الجہلۃ جداول ص ۳۹۳**۔ علامہ نفی نے مارک التتریل میں لکھا ہے، **اولا يقتل الرجل نفسه كما يفعل بعض الجہلۃ**۔ جداول ص ۱۷۱۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ **وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ بِالْبَحْخِ كَمَا تَفْعَلُ بَعْضُ جَهْلَةِ الْهِنْدِ** بیضاوی مطبوعہ مصر جداول ص ۱۵۳۔ علامہ بخوی نے تفسیر معالم التتریل میں لکھا ہے، **وقيل اسراده به قتل المسلم نفسه**۔ اور پھر وہ حدیث نقل کی ہیں جو آئندہ ہم بھی نقل کریں گے (جداول ص ۲۲۱)۔ علامہ ابو بکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں لکھا ہے، **وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ** قَدْ اقْتَضَى النَّهْيُ عَنْ قَتْلِ غَيْرِهِ وَقَتْلَ نَفْسِهِ (ج ۲ ص ۲۰۹)۔ اور لکھا ہے، **وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ فِي حَالِ غَضَبٍ أَوْ ضَجَرٍ** (ج ۲ ص ۲۲۱)۔ علامہ ابن کثیر نے اس معنی کی تائید میں ایک حدیث نقل کی ہے، جو امام احمد نے سند میں، امام ابو داؤد نے سنن میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور امام دارقطنی نے سنن دارقطنی میں، اور امام بخاری نے تعلیقاً، اور ابو بکر بن مردویہ نے مصنف میں روایت کی ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل میں بھیجا، تو ایک نہایت ٹھنڈی رات میں مجھے احتلام ہوا۔ صبح اٹھا تو سخت سردی تھی۔ مجھے یہ خطرہ ہوا کہ اگر ایسی سردی میں ٹھنڈے پانی سے غسل کروں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ تو اس لئے میں نے تیمم کر کے اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب ہم وہاں سے مدینہ منورہ واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا، اے عمرو!

کیا تو نے جنابت کی حالت میں ساتھیوں کو نماز پڑھائی ہے ؟
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے ٹھنڈی رات میں غسل کی حاجت
ہوئی تھی۔ صبح کو مجھے یہ خطرہ معلوم ہوا کہ اگر میں سرد پانی
سے غسل کروں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ
قول یاد آیا، وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ
سَاهِدًا۔ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر گواہی
کرنے والا ہے۔ تو میں نے تیمم کیا۔ اور نماز پڑھائی۔ یہ
سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ اور کچھ نہیں
فرمایا۔ تفسیر ابن کثیر (جلد اول صفحہ ۴۷۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن
العاص رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس آئیہ کریمہ
کا مطلب یہی سمجھا، کہ خود اپنے ہاتھوں ایسا کام نہ کیا جائے
جس کے نتیجہ میں ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور یہی قتل نفس
اور منوع ہے۔ اور جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے سامنے آیت کا یہی مطلب ذکر کیا تو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ اور خاموش ہو گئے۔ اصول حدیث
کے مطابق گویا آپ نے اس تفسیر کی ”تقریر“ کی۔ اور آپ
نے مسکرا کر اور کچھ نہ فرما کر اس بات کی تصدیق کی کہ آیت
کریمہ کا مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا۔

ہو سکتا ہے کہ الفاظ کے عموم میں بہت سی صورتیں
اور بھی داخل ہوں جیہ کہ مجموعہ حضرات مفسرین مختلف معانی
بیان کرتے ہیں۔ لیکن جب اس ظاہری مدلول کی تائید اور
تصدیق اس ارشاد نبوی سے بھی ہو گئی، تو اس معنی کے
مفہوم و مراد ہونے میں اس کوئی شک و شبہ کی گنجائش
باقی نہیں رہی۔ اور اس لئے علامہ زحشری اور بیضاوی
نے بھی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے

حوالہ دیا ہے۔ شرعی مسائل کے اثبات کے لئے قرآن مجید کی
آیات، بیانات کے بعد وہ سرادرجہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہے۔ اور خود کشی کی حرمت اور موجب عذاب
ہونے پر تو بکثرت احادیث دلالت کرتی ہیں۔ ہم اس موقعہ
پر مشکوٰۃ شریف سے چند احادیث کا صاف و سلیس ترجمہ
پیش کرتے ہیں۔ اور طالب حق کے لئے آٹا کافی ہے۔ در
(۱) حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، کہ جس شخص نے اپنے آپ کو کسی پہاڑ
سے گر کر خود کشی کی تو وہ (اسی جرم کی سزائیں) جہنم کی آگ کے
اند مدت ہائے دہائی تک لگا مارا کرتا رہی چلا جائیگا۔ اور جس کسی
شخص نے زہری کر خود کشی کی تو وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا
اور اسے پیتا ہوگا۔ اور اس جرم کی سزا کے طور پر، جہنم کی آگ
میں مدت ہائے دہائی تک پڑا رہے گا۔ اور جو کوئی شخص کسی دھار
دار آگ سے اپنے بدن کو زخمی کر کے اپنے آپ کو قتل کر ڈالے، تو
(اس خود کشی کی سزائیں) وہ جہنم کی آگ میں مدت ہائے دہائی
تک پڑا ہوا اپنے آپ کو اس دھار دار آگ سے پیرتا پھاڑتا
اور زخمی کرتا ہوگا۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، کہ جو شخص خود اپنا گلا گھونٹ
کر خود کشی کرتا ہے (اس کی سزائیں ہوگی) کہ وہ جہنم کی آگ
میں پڑا ہوا اپنے گلے کو گھونٹ رہا ہوگا۔ اور جو شخص بیان
کوئی دھار دار آگ چلا کر اپنے آپ کو خود زخمی کر کے خود کشی کرتا
ہے (اس کا عذاب یوں ہوگا) کہ وہ جہنم میں پڑا ہوا سیطرح
دھار دار آگ سے اپنے آپ کو زخمی کرتا ہوگا۔ (بخاری شریف)
(۳) حضرت جندب بن عبد اللہ روایت فرماتے ہیں، کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اے مسلمانو! تم
تم سے پہلے کی امتوں میں ایک شخص تھا جو کہیں زخمی ہو گیا تھا

فَاغْفِرْ۔ اے اللہ اس شخص کے دونوں ہاتھوں کو بخش دیکھے۔ (مسلم شریف)

(۵) ثابت بن ضحاکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے، مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَدَبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جو کوئی شخص اپنے آپ کو خود کسی چیز سے قتل کرے قیامت کے دن اسکو اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائیگا۔ (رواہ الجامعہ کلم فی کتبہم)

امید ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت اور رسول اللہؐ کے صاف و صریح ارشادات کے بعد مسئلہ سمجھنے میں ایک مسلمان کے لئے کوئی دقت نہیں رہیگی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو دین کے مسائل سمجھنے اور اس پر جزم و یقین حاصل ہونے کی توفیق دے۔

بقیہ صفحہ ۱۶ سے آگے

شاہ دومہ کوڑ کے قید کیا
تھی یہ جنگی عمارت خالدؓ
بیت عزیزی کو پاش پاش کیا
تھی یہ کتنی سعادت خالدؓ
مزدوں اور جموٹے بیویوں کو!
ہوئی کافی سیاست خالدؓ
لڑے اگلن بہ ملک شام و عراق
رعب و داب و مخالفت خالدؓ
فوج اسلام کو میسر تھی!
وقت مشکل حمایت خالدؓ
دخت قیصر کو چھوڑ کر کے اسیر
یہ بھی تھی اک عنایت خالدؓ
حکم عادل پر سروری چھوٹی
تھا یہ رنگ اطاعت خالدؓ
ہو کے ماتحت بھی رہا قائم!
جو تھا شوق شہادت خالدؓ

رات بھر دعا دیتا تھا
دن اپنے بھائی خلیفہ اللہ

تو زخم کی تکلیف سے پریشان ہو کر صبر نہ کر سکا۔ اور اس نے چھری لی اور اس سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ جس سے خون بہنا شروع ہوا۔ اور کسی طرح سے خون رکتا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ خون نکلنے نکلنے وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (بے صبر ہو کر خود کشی کر کے) میرے اس بندے نے جلد بازی سے کام لیا۔ اور اپنے کو ہلاک کر دیا۔ تو (اس جرم کی وجہ سے) میں نے اس پر اب جنت حرام کر دی کہ عذاب ملنے کے بعد آخر میں جائے تو جہنم

اول دفعہ تو جنت سے محروم ہے)۔ (بخاری و مسلم)

(۴) حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو بن دوسیؓ بھی اس وقت ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے۔ جب رسول اللہؐ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے، طفیلؓ کے ساتھ ایک اور شخص بھی اسکی قوم کا ہجرت کر کے مدینہ منورہ آیا۔ یہاں آکر وہ بیمار ہوا۔ بیماری کی شدت سے وہ شخص گھبرا کر پریشان ہوا۔ اور

بے صبری میں اس نے پھر ہی لی اور اس نے اپنی انگلیوں کے بند کاٹ ڈالے، جس سے بہت خون بہتے بہتے وہ مر گیا۔ طفیل بن عمروؓ نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت اچھی حالت میں ہے۔ لیکن اس نے اپنی انگلیوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ حضرت طفیلؓ نے پوچھا کہ پروردگار نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے گھربار چھوڑ کر جو ہجرت کی تھی، اور رسول اللہؐ کے پاس مدینہ منورہ آیا تھا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ پوچھا کہ آپ نے یہ انگلیاں کیوں ڈھانپ رکھی ہیں؟ کہا کہ مجھے یہ کہا گیا، لَنْ نَصْلَحَ مَا أَفْسَدْتَ کہ ہم ہرگز اس چیز کو درست نہیں کریں گے جو تو نے خود ہی بگاڑ دیا ہے۔ حضرت طفیلؓ نے خواب کا یہ سارا قصہ رسول اللہؐ کے سامنے ذکر فرمایا، تو آپ نے فرمایا، اَللّٰهُمَّ وَلِّیْہِ

خالد بن ولید

(مولانا پیر غلام دستگیر رضا نامی لاہور)

رسول خدا صلعم سے قرابت خاندانی

۱) رسول اللہ صلعم کی دادی فاطمہ بنت عمر بن عاذہ حضرت خالد کے چچا علی (مخزوم) کے پوتے (عمر بن عمرو) کی پوتی تھیں۔
۲) حضور علیہ السلام کی ایک سگی بھوپھی دھاکہ بنت عبدالمطلب، حضرت خالد کے سگے چچا ابو امیہ بن مغیرہ کی زوجہ تھی۔ اور
۳) دوسری بھوپھی (برہ) سیف اللہ کے دادا (مغیرہ) کے پوتے (عبد الاسد بن ہلال) کی اہلیت (بیوی) تھیں۔
۴) اہلبیت نبوی حضرت ام سلمہ حضرت خالد کے چچا (ابو امیہ) کی بیٹی تھیں۔ (۵) حضرت خالد کی والدہ لبابہ صغریٰ بنت حارث (ہلالیہ) ام المؤمنین بی بی میمونہ کی بہن تھیں۔ اور (۶) دو سری خالہ (لبابہ کبریٰ) حضرت رسول خدا صلعم کے چچا (حضرت عباس) کی زوجہ مکرمہ تھیں۔ (ماخوذ از کتاب المطارف ابن قتیبہ دینوری)

خالد مسلمان ہونے سے پہلے اور بعد

حضرت خالد فطرتاً ہی جنگی قابلیت کے مالک اور شجاع تھے۔ قبل اسلام قوم کی طرف سے انہیں فوجی کیمپ کا انتظام، انتظامی کیمپوں کی نگرانی، سامان لشکر کی حفاظت اور رسالے کی کمان تفویض تھی۔ یہ فرض انہوں نے بڑی خوبی سے سرانجام دیا تھا۔ جیسا کہ ان سے اسلام لانے سے پہلے جنگ احد کے موقع پر ظہور میں آیا۔ اور انہوں نے مسلمانوں کو سخت چشم زخم پہنچایا تھا۔ جب وہ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت عمر بن عاص کے ساتھ مدینہ میں حاضر خدمت

ہو کر حسب مراد سرور کو نین مشرف بالا سلام ہوئے تو حضور صلعم نے ان الفاظ سے شکر خدا ادا کیا۔ الحمد للہ الذی هدانا لهذا فی الاسلام (شکر ہے اس خدا کا جس نے تمہیں اسلام کی طرف رہنمائی کی)۔ پھر فرمایا اے خالد تمہاری دانشمندی سے یہی امید تھی۔ کہ تم ضرور مسلمان ہو جاؤ گے۔ خالد نے عرض کیا کہ میں نے حضور کی بہت مخالفت کی ہے۔ اس لئے حضور کا متبعی ہوں۔ رسول اللہ کا مشن ہی دنیا کو مسلمان بنانا تھا۔ کسی سے ذاتی عداوت نہیں تھی۔ لہذا خالد کی تمام خطائیں معاف ہو گئیں۔ رحمتہ للخلعین نے انہیں خاندانی مناصب کا اہل سمجھ کر برقرار رکھا۔

مسلمان ہوتے ہی جو ان سے معرکہ موتہ اور خالد بن ولید کا نامہ ظہور پدید آیا، وہ جنگ موتہ میں کثیر التعداد دشمنان اسلام کو مختصر سی اسلامی فوج سے شکست دینا اور مسلمانوں کو بحفاظت تمام مدینے واپس لے آنا تھا۔

مشرکین ایم لے عیسیٰ ثورخ اپنی کتاب "دی سیرا سینر" (تاریخ عرب) کے صفحہ ۱۷۳ میں لکھتا ہے کہ اگرچہ قریش نے بحیثیت قوم (حضرت) محمد کی مخالفت کی مگر ان میں سے دو مشہور اشخاص کو مسلمان کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان میں سے ایک کا نام خالد تھا، جو اپنی جنگی قابلیت اور قوت میں مشہور تھا۔ جیسا کہ جنگ احد میں اس نے ثابت کیا تھا۔ اور جو پھر اللہ کی تلوار سیف اللہ کے خطاب سے

مشہور ہوا۔ اور دو سرا عمرو بن عاص، جس نے پیغمبر کے جھنڈے کو دوسرے ملکوں میں جانے بھجوا دیا۔ یہ دونوں آدمی جون ۶۲۹ء مطابق صفر ۷ء میں مدینے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ ان کی وجہ سے مکہ میں دین کو تقویت پہنچی۔ اور کعبہ میں بھی اس کا پرچا ہونے لگا۔ اسی خالد نے بمقام موتہ جو بیت المقدس کے مشرق کی طرف تین دن کی فاصلت پر واقع ہے۔ اور جہاں غسانی قوم کا عیسائی حکمران شہنشاہ ہرقل کی طرف سے مامور تھا۔

جنگ موتہ میں کار نمایاں ^{تین اسلامی سالوں} (مرزید بن حارثہ جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ) کے (حسب پیشگوئی حضور النور) کے بعد دیگرے کام آنے پر فوج کی کمان سہمی اور مسلمانوں کو نہایت جوانمردی سے بچا کر مدینہ کو واپس لے آیا۔ دی ہسٹوریٹن مسٹر آف دی ورلڈ مطبوعہ ٹائمر لندن ۱۹۰۷ء کی ۲۵ جلدوں میں ایک جلد متعلق تاریخ عرب کے صفحہ ۱۵۵ء میں لکھا ہے، کہ خالد اور عمرو جیسے نامور سپہ سالار کا مسلمان ہو جانا۔ کئی عظیم الشان جنگوں میں فتح پانے سے زیادہ اہم تھا۔ خالد اپنے وقت کا بڑا جرئیل تھا۔ خاص اسی کی دلاوری اور تدبیر سے عربوں نے باغیوں کو مطیع کیا۔ شام فتح ہوا اور اسلام اور نظام سلطنت مستحکم ہو گیا۔ اس کی بے مثل بہادری کی وجہ سے نہ صرف عرب بلکہ اس کے دشمن یونانی مصنفین بھی اسے خدا کی تلوار کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ ایڈورڈ گین کتاب ”دی دکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر“ درومیسوں کی شاہنشاہی کا ذوال اور شکست کے صفحہ ۶۴۴ء میں رقم طراز ہے کہ خالد اور عمرو بن عاص دو شخصیتیں تھیں جو بت پرستی سے بیزار ہو کر دائرہ اسلام میں آئیں۔ اور ان سے محمد (صلعم)

کے مشن کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ ایک (خالد) نے شام فتح کر کے مسلمانوں کو دیا۔ اور دوسرا (عمرو بن عاص) نے مصر۔ یہی عیسائی مؤرخ ۶۳۵ء میں جنگ موتہ میں زید کو سالار فوج مقرر کرنے پر لکھتا ہے کہ یہ اسلامی حسن تربیت اور جوش مذہبی کا اثر تھا، کہ سب نے ایک غلام کی ماتحتی قبول کر لی۔ تین سالاروں کے کام آنے پر گرتے ہوئے جھنڈے کو خالد نے بچایا۔ جو مکے کا نو مسلم تھا۔ رتے رتے اس کے ہاتھ میں نوتلواریں ٹوٹیں۔ اس کی شجاعت کام آئی۔ اور عیسائیوں کی کثیر تعداد فوج (ایک لاکھ، تین ہزار کے مقابلے میں) پسپا ہوئی مسلمانوں نے اسے باہمی مشورے سے سالار منتخب کیا تھا۔ خالد نے اس دن نئے ڈھنگ سے لشکر کو ترتیب دیا۔ اور فتح یاب فوج کی بے ضرر واپسی میں کامیاب اور حضور کے عطا کردہ شاندار خطاب سیف اللہ سے ممتاز ہوا۔

عہد رسالت کے جہادوں میں شرکت

فتح مکہ میں، صلح حدیبیہ کے بعد بنو خزاعہ رسول اللہ صلعم کے حلیف اور ان کے مخالف قبیلہ بنو بکر قریش مکہ کا حلیف تھا۔ اس نے اسلامی حلیف پر حملہ کر دیا اور کعبہ میں پناہ لینے پر بھی بنو خزاعہ کے ٹکڑے اڑا دیے۔ اس میں قریش نے ظالموں کا ساتھ دیکر شرائط صلح کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے رسول اللہ صلعم دس ہزار صحابہ کے ساتھ رمضان ۷ء میں مدینے سے چل کر مکے پہنچے۔ اور حکم دیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے یا ابو سفیان بن حرب کے ہاں پناہ لے یا دروازہ بند کر لے، اس کو امن دیا جائے۔ تاہم قریش کے ایک گروہ نے مقابلہ کا قصد کیا۔ اور خالد کے زیر کمان فوج پر تیرہ ماٹے۔ چنانچہ دو صاحب شہید

ہوئے۔ حضرت خالد نے مجبور ہو کر حملہ کیا تو یہ لوگ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ حضور نے تلواروں کا چکنا دیکھا، تو خالد سے باز پرس کی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ ابتدا مخالفین نے کی تو ہر شاد فرمایا کہ قضاۓ الہی یہی تھی۔ (سیرت النبی)

دیگر مقامات میں اسی رمضان ہی میں حضور نے خالد کو قبیلہ بنو کنانہ کے بت عزہی توڑنے پر مامور فرمایا۔ اور وہ اسے جا کر توڑ آئے۔ شوال ۳ھ میں سیف اللہ بنو نزاہہ کی طرف بھیجے گئے۔ آپ نے قرآن سے انہی مرتد یقین کیا۔ اور ۵۵ اشخاص قتل ہوئے۔ اسی ماہ شوال میں بنو ثقیف **جنگ حنین میں** اور ہوازن جو کہ اور طائف کے

درمیان آباد تھے۔ جمعیت کثیر لے کر اوھاس کے میدان میں آکودے۔ اطلاع پاکر حضور بھی بارہ ہزار صحابہ کے جہرٹ میں مقابلہ کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ فوج کی ترتیب میں بنو سلیم مقدمۃ الجیش تھے۔ اور ان کی قیادت خالد کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں کو کثرت تعداد پر غرور ہوا۔ جو بارگاہِ ایزدی کو پسند نہ آیا۔ یہاں کہ قرآن کریم کے پارہ دہم کی آیت ویوم حنین اذا عجزتکم کثر تکم الح (حنین کے دن تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا۔ اور اس ناز سے تم کو نقصان پہنچا۔ اور زمین باوجود کثادگی کے تم پر تنگ ہو گئی یہاں تک کہ تمہاری فوج میں بھلگڑ پر گئی۔ پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکینہ و اطمینان نازل کیا۔ اور وہ لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اور کافروں کو منرا دی، یقیناً وہ اسی منرا کے مستحق تھے)۔

حضرت خالد نے اس جنگ میں اتنی بہادری سے مقابلہ کیا کہ آپ کا سارا بدن زخموں سے لہو لہاں ہو گیا۔ فتح ہونے کے بعد سرور عالم صلعم انہیں تلاش کرتے پھر رہے

تھے۔ اور بار بار فرماتے تھے، تم میں سے کوئی مجھے خالد کے پاس پہنچا دیتا۔ یہاں تک کہ آپ خالد کے پاس آئے۔ وہ زخموں سے پور پڑے ہوئے تھے۔ حضور نے دم کیا اور وہ اچھے ہو گئے۔ وہ زخم کس قدر لذیذ ہو گا جس کی شفا اور دوا مسیحی کی عیادت اور علاج سے ہو۔ ع خوش آن در دیکہ در دانش تو باشی۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۳۸)

حنین میں مشرکین کی شکست خوردہ فوج طائف میں پہنچی۔ اور قلعہ بند ہو گئی۔ مسلمان جب اس طرف لگدڑے تو تیروں کی بارش شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بہادری سے اس ہلاکو سر سے ٹالا۔ اس کا مقدمۃ الجیش بھی خالد کی کمان میں تھا۔

غزوہ تبوک میں یہ وہ مشہور غزوہ ہے جسے جیشِ عسرت بھی کہتے ہیں۔

اور جس کی تیاری کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا تمام مال لاکر حاضر خدمت کیا تھا۔ اور فاروق اعظمؓ نے آدھا۔ اور حضرت عثمانؓ تو اپنی غنا کے سبب سے بڑھ گئے تھے۔ یہ اسلامی لشکر تیس ہزار جان شادوں پر مشتمل اور صدیق اکبر کے جھنڈے تلے تھا۔ حضرت علیؓ اہلبیت کی خدمت و حفاظت کے لئے مدینے ہی چھوڑ دئے گئے تھے۔ تبوک ایک مشہور مقام ہے۔ جو مدینہ اور دمشق کے وسط میں نصف راہ پر مدینہ سے چودہ منزل ہے۔ حضور نے یہ غیر سنکر کہ رومی جنگ موتہ کا انتقام لینے کے لئے عرب پر حملہ کرنے کی تہیہ کر رہے ہیں۔ اس طرف آگے بڑھ کر ان کی روک تھام کرنا مناسب سمجھا۔ اور تبوک پہنچے۔ مگر رومیوں کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ اور بقول گبن ص ۶۸۹

آپ نے چند عیسائی حکمرانوں سے معاہدے کئے، اور ان سے جزیہ لیکر امن کا پروانہ لکھ دیا۔ ان حاکموں میں ایک الکیدروائی

یا تو ہلاک ہو چکے تھے، یا جو بق جو بق قطعہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ صرف چند قبائل جو باقی رہ گئے تھے، ان کو بھی بڑے زور شور سے اسلام کی دعوت دی جا رہی تھی۔ چنانچہ حضور نے خالد کو بنو حارث بن کعب بن مذحج کی ہدایت کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ کی تبلیغی تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ بنو مذحج کے بڑے بڑے سردار مدینہ میں آکر مشرب اسلام ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد سوم)

بنو خدیجہ کی جانب سے اسی سلسلے میں حضرت خالدؓ دعوت اسلام لیکر بنو سہام بن واصلہ کے ساتھ بنو خدیجہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر جھگڑا پڑ گیا۔ اور اس میں آٹھ کے ساتھ لگن بھی پس گیا۔ چند بے گناہوں کا قتل رحمتہ للعالمینؐ پر شاق گزرا۔ اور اس سے برأت چاہی۔ اور حضرت علیؓ کو مال دے کر مقتولوں کی دیت ادا کرنے کو بھیجا۔ اور کتوں اور بلیوں تکسہ کی دیت دی گئی۔ (اسد الغابہ جلد ۱)

اس قسم میں حضرت خالدؓ کو مقابل کے لفظ صحابہ نامکینے پر (جس کے معنی ہیں ہم صحابی یعنی بے دین ہو گئے) غلط فہمی ہو گئی تھی۔ دراصل قاطین کی مراد مسلمان تھی۔ اس زمانے کے کافروں نے مسلمانوں کو ملوثی کہنا شروع کر دیا تھا۔ اور بنو خزیمہ کی مراد اس سے مسلمان ہونا ہی تھی۔

بنو عبد اللہ ان کی سمیت، اسی شہ میں بنو خدیجہ کے ہنگامہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت خالدؓ کی کمان میں ایک حاجت بنو عبد اللہ ان نجرانی کی طرف دعوت اسلام دینے کو روانہ کیا۔ اور خالدؓ کو تاکید کردی کہ اللہ کی تلوار میان میں ہے۔ چنانچہ اس حکم کے بعد مطوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ خالدؓ نے کبھی تلوار ہاتھ میں لی بھی۔ یہاں گھر گھر پھر کر آپؐ نے تبلیغ کی۔ اور سامنے قبیلہ کو مشرب باسلام کر کے خدمت نبویؐ میں حاضر کیا۔

جانب یمن، شہ میں عرب کے بڑے بڑے نبوآزما

دومۃ الجندل باقی رہ گیا۔ جس کی اسلام دشمنی برابر جاری تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو چار سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب وہ دومہ پہنچے تو اکیدر اپنے بھائی حسان کے ساتھ چاندانی رات میں شکار کھیل رہا تھا۔ اس حیفش میں اکیدر تو گر قمار ہو گیا۔ مگر اس کا بھائی مارا گیا۔ اس کے دوسرے بھائی مصاد نے حضرت خالدؓ پر حملہ کیا، مگر ہار کھا کر پکڑا گیا۔ اور قلعہ پر خالدؓ کا قبضہ ہو گیا۔ غنیمت میں بیتول لایا قر مجلسی شیعی شولف حیات القلوب، خالدؓ دہترار اونٹ آٹھ سو بکریاں، گندم کے انبار اور چار سوزہ وصول کر کے اکیدر سمیت حاضر خدمت ہوئے۔ کتاب زندگانی محمدؐ مطبوعہ ایران میں مسطور ہے، کہ اکیدر دیباۃ زربفت دربر اور زرین تاج بر سر بطور اسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو اس نے اقرار اعانت کر کے اور جزیہ ادا کرنے کا عہد کر کے رہا پائی۔ خالدؓ کے مال غنیمت لانے اور علاقہ کے فرمانروا کو پکڑ کر حاضر کرنے کا مدینہ کے منافقوں پر بڑا اثر ہوا اور ان کے استہزاء اور طعن کی زبانیں بند ہو گئیں۔ ہو کہہ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی سخت گرمی میں مدینہ کی ہاریں اور پختہ میوے چھوڑ کر کیا حاصل کیا۔ صد ۹۲۲ - یہ تو مصنف زندگانی محمدؐ کی رائے ہے۔ مشرکین کی ایک وقیع رائے یہ ہے کہ چست اور بے باک بہادر خالدؓ کے نام کی دہشت سے وہ تمام قویں مطیع ہو گئیں جو فرات سے بحیرہ احمر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اور پھر کسی کو سرزمین عرب پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ (صفحہ ۶۸۹)

بنو مذحج کی طرف
تقریر خالدؓ بطور مبلغ اسلام

دعوت نہیں تھی، بلکہ خطابت میں بھی ماہر تھے۔ جو فن عرب کا بزرگ و اعظم ہے۔ شہ میں عرب کے بڑے بڑے نبوآزما

کی مشرقی اور مغربی طرف ایک ایک دستہ حضرت علی اور حضرت خالد کے ماتحت روانہ فرمایا اور پھر تاکید کی کہ کفار پر صرف اس وقت حملہ کرنا جب کہ وہ پہل کریں۔ چنانچہ جب تبلیغ کی گئی تو یمنیوں نے اس کا جواب سنگ و خشت باری سے دیا۔ سیف اللہ کو رافعت میں نکلنا پڑا۔ یعنی تاب مقاومت نہ لے سکے۔ اور بل جبر و کراہ مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیف اللہ محمد صدیق اکبر میں کے وصال کے

بعد جب مشیت لہی سے حضرت صدیق اکبر خلیفہ میں خلیفہ بلا فصل منتخب ہوئے تو منافقوں نے ہر طرف خلاف اسلام سر اٹھایا۔ ان کی شورش اور فتنہ انگیزی بڑی جو صلہ شکن تھی۔ مگر صدیق اکبرؓ بڑے دل گردہ کے انسان تھے۔ ان کے پائے ثبات اور استقلال میں فواری بھی جنبش نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے مدعیان نبوت، طلحہ اور سلیمہ کذاب وغیرہ کو جو مجاہدین اسلام کے کئی گنا فوج لیکر میدان میں اترے تھے۔ ختم سوخت کر دیا۔ اور انہیں زکوٰۃ اور مردوں کی جڑیں بھی کاٹ دیں۔ ان تمام جھوٹوں میں حضرت خالد سیف اللہ کا زور بازو، شجاعت اور اخلاص کفیل ہوا۔ عرب کے فتنوں سے فارغ ہوئے تو حضرت خالد نے ان قبائل میں جو ارتداد سے تائب ہو گئے تھے، تبلیغ شروع کی۔ اور تعلیم یافتہ صحابہ کرام کو قصبات و دیہات اور اقصاء میں جا بجا متبعین فرمایا۔ اور کچھ روز مبلغین کے کام کا جائزہ لیکر طینان کر کے دو بلو خلافت (مکہ) واپس تشریف لے آئے۔ جب ملک عرب پر اسلامی تسلط جم گیا تو حضرت صدیق اکبرؓ کو ان دشمنان اسلام یا دشمنوں کے خطرات دور کرنے کی فکر ہوئی جو عرب کے متصل تھیں۔ اور جو ہمیشہ کے لئے عربوں کو غلام بنائے رکھنے پر آمادہ تھیں۔ ان دشمن سلطنتوں میں ایک بڑی سلطنت ایران کی تھی، جس کے بادشاہ خسرو پرویز نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ چاک کر کے حضور کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا تھا، مگر فوٹا ہی اس کے تحت جگر نے اس کا جگر چاک کر کے اسے بے ادبی کی سزا دیدی تھی۔ مسلمانوں کو حضور کی پیشگوئی پر یقین تھا، کہ کسریٰ و قیصر کے سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں گی۔ اور قرآنی وعدہ اختلاف فی الارض پورا ہوگا۔ انہی وعدوں پر یقین کر کے صدیق اکبرؓ نے عراق کے شہر امد کے میدان میں طرح جہاد ڈالنے کا عزم فرمایا۔ اور دعوات کی سرانجام دہی کیلئے سیف اللہ کو سالار اعظم منتخب کیا۔ ان خوزیر لڑائیوں کا سلسلہ بڑا دانا ہے۔ جسکی تفصیل کی اس مختصر مقالے میں گنجائش نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عراق کے تمام میدان یکے بعد دیگرے صدیق اکبرؓ کے مختصر عہد خلافت میں سر ہوئے۔ اور ایران کی عظیم الشان سلطنت زوال کے عمیق گرھے میں جا گری۔ اور پھر صدیق اکبرؓ نے قیصر کے قیصر سلطنت کے اندام کے لئے بھی حضرت خالدؓ ہی کو منتخب فرمایا۔ جس نے یرموک کے تاریخی محرکہ میں شاہنشاہ روم کی دو لاکھ ساٹھ ہزار فوج کو چند ہزار کے اسلامی لشکر سے شکست دی۔

خالد محمد فاروق اعظم میں

آسی اثنائیں ۲۲ جمادی الاخریٰ ۳۳ھ کو حضرت صدیق اکبرؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فاروقؓ میں ثانی اثنین تھے، یہی طرح قبر میں بھی اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے اتفاق رائے سے فاروق اعظمؓ کو امیر المؤمنین نامزد کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ بڑے استقلال سے اسلامی فتوحات میں سرگرم عمل ہو گئے۔ اور سوچا کہ کہیں مسلمانوں کے خیالات تائید ایزدی کی طرف سے ہٹ کر خالدؓ کو دوبارہ فتح و ظفر سے سمجھنے لگیں۔ لہذا مصلحت اسی میں دیکھی کہ ان کو سالاری سے سبکدوش کر کے ابو عبیدہ بن جراح امین امت کو متروک ہیں۔ جب یہ حکم خالد سیف اللہ کو پہنچا تو انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور کہا میں حضورؐ کا بھوکا نہیں، بلکہ اشاعت دین اللہ کے لئے لڑ رہا ہوں

جاننے تھے۔ کیونکہ خلفاء راشدین کی بنا شریعت اور دین متین تھا، نہ کہ قوت و جبر اور وہ قانونی حکومت تھی، نہ کہ فوجی۔ ان دونوں میں جس کی زد میں اگر شاہ مصر فاروق معزول ہو کر چلا وطن ہو۔

حضرت خالد کا ایک شیر انگیز کارنامہ

یہ موک پر سلطان اور عیسائیوں میں لڑائیاں ہوتیں۔ ان کا بیان بڑا طویل ہے۔ ان فتوحات میں حضرت خالد کا ساتھ مجاہدوں کو لیکر ساتھ ہزار پر فتح پانا ایک عجیب العقول کارنامہ ہے۔ اس قسم کی سرانجام دہی کے لئے آپ نے ساتھ ایسے دلاور منتخب کئے، جن میں سے ایک ایک واقعی ایک ایک ہزار پر بھلا دی تھا۔ ان میں سے دس کے نام یہ ہیں۔ ۱۰۔ حضرت زبیر بن عوامؓ (۱۲) فضل بن عباسؓ (۱۳) عبد الرحمن بن ابی بکرؓ (۱۴) عبد اللہ بن عمرؓ (۱۵) ضرار بن ازورؓ (۱۶) خالد بن سعید بن عامرؓ (۱۷) ہدی بن حاتم طائیؓ (۱۸) حذیفہ بن یمانؓ (۱۹) شریح بن حسنہؓ (۲۰) حضرت ابو انصاریؓ جو یزید بن معاویہ کے ساتھ قسطنطنیہ کے جہاد کو گئے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کے مختصر حالات میں نے کتاب خالد بن ولید

سیف اللہ میں لکھے ہیں)۔ تاہم ایزدی سے یہ مجاہد کامیاب ہوئے اور وہ میوں کو شکست ہوئی۔ مگر پانچ لڑتے لڑتے دور تک گئے اور اسیر ہوئے۔ ان کے نام رافع بن عمرؓ الطائیؓ، ضرار بن ازورؓ، ربیعہ بن عامرؓ، عاصم بن عمرؓ اور یزید بن ابوسفیان تھے۔ جب یہ پانچ مجاہد روسی سالار اعظم باجن ارمنی کے پیش چھوئے تو جبکہ غسانی نے بتایا کہ یہ اسلامی لشکر کے ستون ہیں۔ اور ان ساتھ میں سے ہیں جنہوں نے ہماری افواج میں تسکین برپا کر دیا تھا۔ ان کے سوا باقی سب قتل ہو گئے۔ ان ایک اور باقی۔ یہ جو فوج اسلامی کی جان اور روح درواں ہے۔ اس کا نام خالد بن ولید ہے۔ اسی نے

۱۷۔ سب نہیں بلکہ دس شہید ہوئے تھے ۱۳ (نامی)

چنانچہ آپ ایک سپاہی کی حیثیت سے بھی سرگرم پیکار رہے۔ اور سرزمین شام کی تسخیر میں اپنی جنگی تدبیروں کو عمل میں لانے میں سالار لشکر اور مجاہدین کی رہنمائی کرتے اور خود بھی لڑتے رہے۔ جہادوں سے فارغ ہو کر حضرت خالد قسطنطنیہ میں گئے۔ وہاں جاکر غلبہ پڑھا۔ اور نصحت ہوئے۔ پھر حرم میں آئے اور وہاں بھی خطبہ پڑھا۔ اور نصحت ہوئے۔ اور جب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان کے مال کا جائزہ لیا، اور بیس ہزار درہم ان سے لے کر بیت المال میں داخل کر دیئے۔ اور فرمایا اے خالد خدا کی قسم تم میرے نزدیک بڑے معزاد اور مکرم ہو اور محبوب و عزیز ہو۔ پھر سب اطراف میں تحریری اشتہار بھیج دیئے کہ میں نے خالد کو کسی رنج سے معزول کیا ہے نہ کسی خیانت وغیرہ سے، بلکہ اس لئے کیا ہے کہ لوگ اسکی وجہ سے فتنہ میں پڑ گئے تھے۔ تو میں ڈر کر عباد لوگ خدا کو چھوڑ کر اسی پر اعتماد اور بھروسہ کر بیٹھیں۔ اور اس سبب سے خدائے غفور ان کو ابتلاء میں ڈال دے۔ لہذا میں نے پسند کیا کہ لوگ جان لیں کہ سب کچھ اللہ ہی کرنے والا ہے۔ تاکہ فتنہ وابستہ کی زد میں نہ رہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کا حوض بھی خالد کو دیدیا تھا۔ جو کہ آپ نے ان سے لیا تھا۔ اور یہ بھی اشتہار میں درج کر دیا تھا۔ مؤلف اشہر شاہیر اسلام، رفیق بک الخطم۔ کتاب حرم الخطاب میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر اس وقت فوجی حکومت ہوتی، تو سب سے پہلا خالد وہ شخص ہوتا کہ اپنی قوت کو مضبوط کر کے دولت اسلامیہ پر لشکر کشی کرتا۔ اور امیر المؤمنین کے مخالف ہو کر خلافت پر کھڑا ہوتا۔ لیکن معاذ اللہ کہ خالد کے دل میں یہ خیال بھی گزرا ہو۔ خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں سب کا یہی اعتقاد تھا کہ اطاعت شرع اور دھماں کی ہے، نہ اولی الامر کی ذات کی۔ اس لئے وہ غلبہ وقت کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا فرض

یہاں نہایت مختصر طور پر درج کیا ہے تفصیل ٹری و لچب مسودہ میں موجود ہے۔

افرنکی مورخین اور حضرت خالدؓ

میں نے بڑے شوق اور محنت سے افرنگی مورخین وغیرہ کی تالیفات کا مطالعہ کر کے ایک کتاب حضرت خالدؓ سیف اللہ تقریباً ۱۰۰ صفحات پر مشتمل تیار کر رکھی ہے۔ یہ رسالہ اس کا نام مکمل آگیا ہے۔ افرنگی مورخوں نے تعریفی الفاظ خالدؓ کی نسبت لکھے ہیں۔ وہ میں نے چند ایک درج رسالہ کر دیتے ہیں۔ مزید مختصراً یہ ہیں۔

گہن۔ وہ دمشق کے میدان میں کئی برس چمکے، مگر خالدؓ کی فطرتی شجاعت سبقت لے گئی۔ ایک مضبوط اور ڈیٹان عیسائی حریف سامنے آیا۔ اور بڑی سرگرمی سے لڑنے کے بعد مطلوب ہو کر اسیر ہوا۔ اور خالدؓ لڑائی کی صفیہ اعلیٰ کی طرف بڑھا۔ اس کے دوست فرار ہوئے، خالدؓ نے کہا، "اے خالدؓ خدا ستارو بہت تھک گئے ہو۔ مجھے اجازت دو کہ تمہاری جگہ بیروانا ہوں۔"

بے حد مستعد اور نہ ٹھکنے والے عرب (خالدؓ) نے جواب دیا، "اے فرار ہم اگلے جہان جا کر آرام کریں گے۔ جو آج محنت کرے گا وہی کل آرام پائیگا۔" اہل دمشق نے سوئے ہوئے عربوں پر شہنشاہ مارا۔ خالدؓ ہی پہلا شخص تھا جو چل سو سوار لے کر خطر کے مقام پر پہنچا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور لب پر یہ دعا تھ "اے خدا تجھ پر نیند نے کبھی غلبہ نہیں کیا۔ اپنے بندوں کو دیکھو اور انہیں دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دے۔"

عیسائیوں کا ہرنیل ہزاروں جانیں گنوکر ٹری مایوسی سے آپس بھرتا ہوا شہر کو لوٹ گیا۔ اور عربوں پر تیر اور پتھر قطعہ پر سے برسانے لگا۔ آخر سردن کے محاصرے سے تھک کر عیسائیوں نے ابو عبیدہ سے صلح کی درخواست کی، جو معتدل مزاج سلامی

ارک، تدھر، دوران اور بصری فتح کیا۔ اسی نے ہماری شکر کو اجنادین پر منہزم کیا۔ اور قوما اور ہرین کا مرجع الیہ باج تک تقاب کیا۔ اور دونوں کو مار ڈالا۔ اور ہر قل کی بیٹی کو گرفتار کر لیا ہے۔ باہان نے کہا میں اسے جیل سے بلا کر ٹھکانے گا تا ہوں۔ چنانچہ ایک دوسری عربی دان کو اس کام پر مامور کیا حضرت ابو عبیدہ نے خالدؓ کا تنہا جانا خلاف مصلحت جانا۔ اور آخر سیف اللہ نے ایک سو جہاز ساتھی جن لئے۔ قصہ مختصر وہ باہان کے ہر بان میں پہنچے۔ وہاں فرش پر ہو کر سیان بھی ہوئی تھیں، انہیں فرش سمیت اٹھا کر زمین پر بیٹھ گئے، کہ یہی مسلمانوں کا فرش ہے۔ اور ایسی کھری کھری باتیں کہیں، جن سے باہان برا فروختہ ہوا۔ (سارا مکالمہ میرے مسودے میں تفصیل مرقوم ہے) اور بولا کہ میں اس گستاخانہ گفتگو کو پھینکا میں تمہارے پانچوں قیدیوں کو ہلو کر قتل کرتا ہوں۔ خالدؓ نے کہا، شہادت ہی ان کی آرزو تھی، مگر پیشتر اس کے کہ تم انہیں شہید کرو۔ میں تمہیں اور میرے ساتھی تمہارے درباریوں کو قتل کرتے ہیں۔ یہ لکھ خالدؓ تلوار کھینچ کر باہان کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ اور باقی مجاہدین نے بھی تلواریں سونٹ لیں۔ باہان سر پر موت کھڑی دیکھ کر ڈھا اور بولا، خالدؓ! توقف کرو، اتنی محنت سے کام نہ لو۔ ایسا نہ ہو کہ ہلاک ہو جاؤ، الجی کا مارا جانا، و انہیں۔ میں نے بات محض آزمائے اور رائے معلوم کرنے کے لئے کی تھی۔ اپنے لشکر کو چلٹ جاؤ اور اپنے قیدی ساتھ لے جاؤ۔ تاکہ کل لڑائی میں تمہارے کام آئیں۔ یہ سن کر سب مجاہدوں نے تلواریں میاؤں میں کر لیں۔ اور سب خوش خوشی اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر کیمپ میں واپس پہنچ گئے۔ (یہ ذکر میں نے

۱۵۔ رفیق بک العظم شامی مقیم مصر شہر مشاہیر اسلام نے مرجع الیہ باج کے قصہ کو دلائل و براہین سے غلط ثابت کیا۔ اور اسے متعصب عیسائیوں کا افتراء بتایا ہے ۱۲ (نامی)

سالار نے منظور کر لی۔ مگر شرکی مشرقی جانب سے خالد فاتحاً داخل ہوا۔ جب مجاہدین فوج کرتے ہوئے کینسہ مریم کے قریب پہنچے تو صلح کا حال معلوم ہوا، اور شہریوں کی جانیں بچ گئیں۔

دیرانی القدس پر جسے گین ایلہ کا محرکہ بیان کرتا ہے۔ عبداللہ بن جعفر زبیب حضرت ابو بکر صدیق اکبر، والد کا پدہ لینے کے لئے مصروف پیکار ہے۔ سپاہ جو غنیم کے مقابلے میں بالکل بے حقیقت ہے، شام تک لڑتے رتے پور ہو چکی ہے اور ہتھیار ہاتھوں سے گرنے کو تیار ہیں، کہ دور سے ایک غبار سے خالد کا جھنڈا نظر آیا۔ پھر اس کے ساتھیوں کی تکبیریں سمع نواز ہونے لگیں۔ خالد نے پہنچتے ہی غنیم پر ہلہ بول دیا۔ عیسائی تاب نہ لا کر بھاگے۔ اور ہٹتے کھٹے دریائے ترمیولی کی طرف بھاگ گئے۔ اور عربوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔

مشرقی تاریخ عرب مسئلہ میں رقم طراز ہے۔ کہ عتد دن اور جموٹے نبیوں کی لڑائیوں میں اسلامی ہیر و خالد ہی تھا۔ چہ جینے کے اندر ہی اس کی جنگی قابلیت کے طفیل وسط عرب کے تمام قبائل مطیع ہو گئے۔ آخر تمام بر عظم (عرب، خالد کی تلوار سے ابو بکر کے ماتحت متحد ہو گیا۔

مشرقی مسلمانوں کی قلیل عرصہ میں فتوحات پر نظر کر کے کہتا ہے، کہ ساتویں صدی کے ثلث اول میں اگر کوئی پیشگوئی کرتا کہ اس سال کے اندر شاہی شان و شوکت سے محروم اور کسی شمار و قطار میں نہ آنے والی وحشی عربی قوم اٹھے گی اور دنیا کی دونوں عظیم الشان سلطنتوں سے ہلکا کر ایک سلطنت (اساساً) کو تمام و کمال فتح کر لے گی اور دوسری سلطنت (بازنطینی) کے زیر صوبوں پر مسلط ہو جائے گی۔ تو بالیقین اس پیشگو کو پاگل خانہ میں بھیجا یا جاتا۔ مگر حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔ پیغمبر علیہ السلام کی رحلت کے بعد شور زار عرب زفر

بن گیا۔ بیساکہ کسی نے جادو سے اسے بے تعداد شجاعتوں کی سرزمین میں تبدیل کر دیا ہو۔ جن کی قابلیت کا کہیں بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کی عراق، ایران، شام اور مصر میں جنگی نقل و حرکت تاریخ محاربات میں ایسی شاندار ہے کہ پولیٹین، ہنری ہال اور سکندر کی یلغاروں سے مقابلہ کیا جائے تو قائل رہتی ہے۔

امریکی اخبار نیوراما ۱۳ مارچ ۱۹۵۲ء۔ مورخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سب سے بڑا اسلامی اور زمانہ بھر میں فنون حرب کا بانی خالد بن ولید فاتح شام لشکر سیف اللہ تھا۔ وہ ۶۳۹ء میں داخل اسلام ہوا، اور ۶۴۳ء میں خلیفہ ابو بکر نے اسے شامی مہم کی کمان سپرد کی۔ اس نے ہر قل کی رومی افواج کو دمشق کے جنوب میں شکست دی، اور یرموک کے محرکہ عظیم کی آخری جنگ ۶۳۶ء میں حیت لی۔

انسکو پیڈیا آف اسلام جلد دوم ۱۹۵۹ء میں بیس سے زیادہ حوالے ان تاریخوں کے لئے جن میں حضرت خالد کا ذکر ہے۔ خالد حصن یا مدینہ میں ۶۳۲ء میں فوت ہوئے۔ شارر انسکو پیڈیا آف اسلام جلد چھٹا ۱۹۵۷ء بھی خالد کے ذکر سے مالا مال ہے۔

حضرت خالد کی کامیابی کا راز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اور خطاب سیف اللہ ہمیشہ حضرت خالد کا معین کار رہا۔ انہوں نے کبھی کسی لڑائی میں شکست نہیں کھائی۔ ہمیشہ کامیاب و سر بلند رہے۔ بحال حقیقت اپنے کلاہ میں حضور کے موئے مبارک لگا رکھے تھے۔ اور انہی کی برکت سے اپنی کامیابی کا یقین رکھتے تھے۔ ایک دفعہ یہ کلاہ زیب سر نہ تھا، تو جنگ قفسرین میں کچھ کمزوری کے آثار دیکھ کر ان کی زوجہ ام تیم سپاہیانہ لباس میں

گھوڑا دوڑاتی، دشمن کی صفوں کو چیرتی ہوئیں ان کے پاس پہنچیں۔ اور وہ کلاہ پٹنکر ویسے ہی چمت ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ کے پاس بھی حضور کے موئے مبارک تھے، جو ان کی حب و صیت وقت تکفین ان کے منہ اور ناک میں رکھے گئے۔ تاکہ وہ ذریعہ مغفرت ہوں۔ خطاب سیف اللہ کا جلوہ دیکھ کر دمیوں کے ساتھ ہزار شکر کا سالار جارج یرموک میں دست خالد پر مسلمان ہو گیا۔ اور پھر وہی ہی سپاہ پر حملہ کر کے شہادت پا گیا تھا۔ مفصل ذکر میرے مسودہ میں موجود ہے۔

کاش حضرت خالد سبائی فتنہ کے وقت زندہ ہوتے، جس کی شرارت سے حضرت عثمان شہید ہوئے۔ اور حضرت علیؓ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ خالد اس فتنہ کو اس طرح دباتے جس طرح وفات رسولؐ کے بعد فتنہ ارتداد وغیرہ کو مٹایا تھا۔ اور عہد مرتضوی میں ہزار ہا مسلمانوں کی جانیں خانہ جنگی کی جھینٹ نہ پڑھتیں۔ مگر افسوس وہ کئی حادثہ سے ۱۵ برس پہلے بعالم گوشہ نشینی فوت ہو گئے۔

حضرت خالدؓ کی وفات اور اولاد

افسوس اسلام کا بے بدل صاحب کرامت اور راوی حدیث رسولؐ (جیسا کہ کشف المحجوب میں بھی مذکور ہے) برنیل جو صحیح معنوں میں غالب علیٰ غالب تھا۔ اور بقول فاروق اعظمؓ جو اس جیسا جوان مرد کسی ماں نے نہیں جنا تھا۔ جس نے کسری و قیصر کے دشمن اسلام بداروں کو خاک میں ملا دیا۔ اور عراق و شام کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں ہمیشہ کے لئے شامل کر دیا۔ آخری عمر گوشتہ تنہائی اور یاد آہی میں بسر کر کے ۳۱ھ میں جان بحق تسلیم ہو گیا۔ وہ یہ حسرت لئے ہوئے دنیا سے

رخصت ہوا کہ میں نے جہادوں میں سینکڑوں زخم کھائے، جسم کا کوئی حصہ جراحت سے خالی نہیں رہا۔ مگر افسوس ذریعہ شہادت نصیب نہ ہوا۔ میرے لئے بستر پر مرنا گدھے کی موت کرنا ہے۔

خالد جرار کے مدفن کے متعلق ویسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ حیدر کرار کی نسبت ہے۔ مدینہ یا حمص۔ مؤخر الذکر میں نشان موجود۔ آپ عین جوانی میں مشرف باسلام ہوئے۔ حالت کفر میں کتنے سال رہے تھے، معلوم نہیں ہو سکا۔ ہاں اسلام میں ان کی عمر پچھترہ برس شمار کی جاسکتی ہے۔ اور یہ عرصہ تمام وکمال خدمت دین میں بسر ہوا۔

(۱) پئے تاریخ فوٹش گفت نامی
کہ رفت از گردش افلاک خالد
۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷

(۲) تو اگر سال عیسوی جوئی
حساب خالدا پرانی گوئی
۶۴۲

چونکہ یوم و ماہ و قات معلوم نہیں ہو سکا، اس لئے میری تجویز ہے کہ ہر وجہ جو خالد کی عظیم الشان فتح یرموک کا دن ہے۔ بطور یادگار خالد منانا چاہئے۔ اولاد: حضرت خالد کی اولاد بہت تھی۔ بقول ابن قتیبہ ان میں سے چالیس مرد شہید کے طاعون عمواس میں شہید ہو گئے تھے۔ بڑا بیٹا سلیمان دمس کے نام پر آپ کی کنیت ابوسلیمان تھی، مصر یا فلسطین کے جہاد میں شہید ہوا۔ دو سرا بیٹا عبدالرحمن تھا۔ جس نے بعد حضرت معاویہ رومیوں کو شکست دی تھی۔ بیان کیط جاتا ہے کہ فتح کابل کے وقت اولاد خالد سے ایک مرد ہوا

خوش پوش کا ہر

(مولانا محی الدین صاحب کوٹلی جھنگوی)

۵

اے باعثِ ہمدردی و عالمِ خدا گواہ ! تھانگستانِ دہریا میں تیرے بغیر
لاذیب ہر بشر نے تسلیم کر لیا ! ملتی نہیں ہے دولتِ الہیہ بغیر
اس فرقہ پوش رہبرِ ثریا سے رہنما کے کارنامے دیکھ کر
دینا تمہیں چھٹی ! چند دنوں اس محسنِ عالم نے کائنات کی کایا پلٹ کر
دکھادی ! ریوڑوں کے پڑنے والے جہاں بان نظر آنے لگے ! اونٹوں
کے پڑنے والے قیصر و کسری کا تاج رونے لگے ! ان کی فرقہ پوشی
کے سبب لاکھوں کو لباسِ فاخرہ ملے ! ان کی فاقہ کشی کے سبب
لاکھوں کے شکم پر ہوئے ! ان کی وجدانی فطرت و فکر سے کروڑوں
کولت فکر نصیب ہوئی ! اس فرقہ پوشی کی بوریہ نشینی کے
مدتہ لاکھوں تخت نشین ہوئے ! ان کے عجز و انکسار سے
لاکھوں کو عز و وقار کے دو طے عالیہ نصیب ہوئے !
فیضِ کرم سے تیرے ہو تو صاحبِ وقار
مالکِ تھے بحر و بر کے تو قبضے میں کو ہزار
ایسے فقیر جن کا جہاں میں نہ تھا شمار
وہ پوریا نشین ہوئے عالم کے تاجدار !
دنیا میں جو بے سرو سامان تھے ترے بغیر
ملتی نہیں ہے دولتِ ایمان تیرے بغیر
انکو تھوڑے رنگ میں دیکھا تو بلند مقام پایا ! علم میں ممتاز نظر
آیا ! میدانِ جاد میں مجاہد پایا ! وہ فرقہ پوش جھوٹری میں بسیر کر نیوالا
شاہوں کے بازی لے گیا ! اہرا ویران ، دوراد تمہیر ، فلاسفہ گشت بدندان کہ یہ
ہو یا پر سو نیوالا بیکس تھی کہ ادراغ تھلے ہوئے پسندہ قوم کو شاہی قوانین
سے آگاہ کر رہا ہے ! سیاست کی منزلوں سے واقف کر رہا ہے ! چند دنوں
میں اس فرقہ پوش کی بے پناہ تاثیر نے لاکھوں مفسر ، کرہ وں فقیہ اور بوں

حدث رہبر مجاہد پیدا کئے ! جنہوں نے بساطِ ارضی پر اپنے علوم ظاہری باطنی سوجایا
مشعلِ ہدایت روشن کیں ! اسکے تربیت یافتہ مجاہدوں کو دیکھا جنہوں نے عداوت
قوت بے پناہ طاقت سے لاکھوں کروڑوں مالک سحر کئے ! اور سرسبز قرآن مجید کے
معارف و اسرار سے دنیا کو مطلع کیا ! محمدین نے آپ کے فحالِ اقوال پر تاثیر ہوئے نیا کہ
واقف کیا ! الغرض قبلیات میں اس کی بے پناہ تاثیر سے لاکھوں رہبرِ اعلیٰ و عرشہ
فقیہ اور مجاہد پیدا ہوئے ! اور اپنی عداوت و قابلیتِ مادی و روحانی سے دنیا کو فیض
یاب کر گئے ! وہ جس کے سوئی پری محفل کو از سر نو نمود کیا ! یہ اس فرقہ پوش عالمِ پناہ
کی نگاہ پر تاثیر کا دنی کرشمہ تھا !
ہمکا و غصہ میں تاثیر دیکھی ! بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی
غلاموں کو سر پر سلطنت پر مینے بٹھلایا ! عیسویوں کو سر پر کر دیا اقبال کا سایا
کینہ و بغض سے بھر ہوئے محفل دنیا اعلیٰ سی بات پر برسوں لڑائی چھیڑ
طے اشتہار گشت تک خون کا پلا اگر کم کر نیوالے قلیل قبیلہ کا دشمن امن و سکون کا
مفقود اتحاد سے ناواقف ، محبتِ اُلفت کو سب دور دنیا کو پیغامِ اتحاد دیا !
واذکم انما للہ علیکم اذکنتم اعدا و اعداؤکم بین قلوبکم فاصبحتم
بنعمتہ انخوانا !

ایثارِ اسود و احمر کا مٹانے والے ! سبقِ انسان کو اخوت کا پڑھانے والے
جن کو کافور ہو تا تھا تنگ دھوکا ! بن گئے خاک کو اکبر بنانے والے
پیشوائی کو محلِ آئی غنائی ساری ! گھر سے نکلے جو محمد کے گھرانے والے
بات کیا تھی جو دہانہ ایسا نہ ہے ! چند بے تربیت اونٹوں کے چرائے والے
خون کی بولی کیلئے والے قوم کے خادم بن گئے ! چان شان جان مند
چہر پا سہاں نظر آنے لگے ! رہزن رہبر ، مفسد مصلح ! القصد اس مصلحِ عظیم
فرقہ پوش رہبر کے قلیل وقفہ میں نمایاں اصلاحی کارنامے دیکھ کر دنیا
انگشت بدندان ہوئے ! جس قوم کی اصلاح بیحد محیط امکان تھی

کابل فکر و فکری نمایاں کارگزاری اور شہری کارناموں کی حامل ہوئی ! یہ قابلیت عداوت کے اندر بھی ہے ! دیہہ تیرے جوئے آگاہی و جوش و خروش کا ہے ! درود اور سلام کی

انکی فطرت میں صلح داغ میں عقلِ بصیرت ، طلب میں نورانیت سوزِ رحم محبت اخوت نمایاں طور پر مرکوز کر دی ! اس قوم کی مہلح جو بساطِ علم میں تاریخی طور پر

